1876

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،5۔جنوری 2012

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ جات خزانہ اور تحفظ ماحولیات)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

1۔ صوبے میں امن عامہ پر عام بحث جاری رہے گی

امن عامہ پر عام بحث جاری رہے گی / سمیٹی جائے گی۔

2۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سال 2009,2008,2007 اور 2010 کی

رپورٹوں پر عام بحث

ایک وزیر پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سال 2009,2008,2007 اور 2010 کی رپورٹوں پر عام بحث کے لئے تحریک پیش کریں گے۔

1878

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

جمعرات،5۔جنوری2012

(یوم الخمیس،10۔صفرالمظفر1433ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں دوپہر 12 بج کر 8منٹ پر زیر صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا
إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾
وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ
عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾

سورة حٰمٓ السجدة33 تا35

اوراس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں(33)اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ تو(سخت کلامی کا)ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے)کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے(34)اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں۔اور اُن ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں(35)

وماعلیناالاالبلاغo

نعت رسول مقبولﷺ جناب عابد رؤف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبولﷺ

میں تھا کیا مجھے کیا بنا دیا مجھے عشق احمد عطا کیا
ہو بھلا حضورﷺ کی آل کا صلو علیہ وآلہ
آئے دکھ جدھر سے اُدھر گئے میرے بگڑے کام سنور گئے
میں نے جب زبان سے یہ کہا صلو علیہ وآلہ
میں غلام ابن غلام ہوں میں تو پنجتن کا غلام ہوں
میرا رہنما میرا پیشوا صلو علیہ وآلہ
ہو قریب فاصلہ دُور کا ہو کرم رب غفور کا
ہو دیدار آج حضور کا صلو علیہ وآلہ

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج کے دن کے لئے لاء اینڈ آرڈر اور پنجاب پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ پر بحث ہونی تھی۔ مزید یہ کہ وقفہ سوالات محکمہ خزانہ اور تحفظ ماحولیات کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ لاء اینڈ آرڈر پر بحث کی اہمیت کے پیش نظر قواعد انضباطِ کار صوبائی اسمبلی پنجاب کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 50 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے توجہ دلاؤ نوٹس لیں گے اُس کے بعد صرف لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو سکے گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ نامنظور ہے۔

جناب سپیکر: کیا آپ ووٹنگ کرانا چاہتے ہیں؟ یہ آپ کی مرضی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اجلاس اگر دس بجے کی بجائے سوا بارہ بجے شروع کریں گے تو پھر یہ ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پہلے میں نے جو سوال put کیا ہے اُس کا جواب لینے دیں۔ کیا Rules کی معطلی کی تحریک کو ایوان منظور کرتا ہے؟

(تحریک منظور ہوئی)

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ اب میں آپ کو پوائنٹ آف آرڈر نہیں دوں گا۔ I shall be grateful and let me proceed.

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آج پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ پر بھی بحث کریں گے یا نہیں؟

جناب سپیکر: وہ پیر والے دن کریں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: کیا آپ تحاریک التوائے کار لیں گے یا وہ بھی ختم کر دی ہیں؟

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: ماسوائے توجہ دلاؤ نوٹس کے سب کچھ suspend ہے۔ مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔ پہلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 248 شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! مجھے صرف یہ بتادیں کہ آج والا بزنس کب لیا جائے گا کیونکہ آج میری دو اہم ترین تحاریک التوائے کار تھیں جن کے حوالے سے میں سارا مواد اپنے ساتھ لے کر آیا تھا مگر آپ نے اُن کو بھی ختم کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: وہ کل take up کر لیں گے۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں توجہ دلاؤ نوٹس پیش کرنے سے پہلے ایک بات کرنا چاہوں گا کہ میں نے ایس ایچ او محمد ارشد کے بارے میں توجہ دلاؤ نوٹس دیا تھا جسے آپ نے منظور بھی فرما لیا تھا وہ ایجنڈے پر نہیں آیا مگر دوسرا آ گیا ہے۔ اب آپ کے حکم کے مطابق اسے پڑھ دیتا ہوں لیکن میرا پہلا توجہ دلاؤ نوٹس ایس ایچ او ہڑیارہ کے متعلق تھا۔

جناب سپیکر: جی، اب آپ اسے پڑھیں۔

سرائے مغل ضلع قصور میں ڈکیتی کے دوران مزاحمت پر شہری کی ہلاکت کی تفصیلات

شیخ علاؤالدین: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایک مؤقر اخبار "ایکسپریس" کی خبر مورخہ 02-01-2012 کے مطابق ضلع قصور میں سرائے مغل کے رہائشی محمد سلیم رکشا ڈرائیور کو ڈاکوؤں نے مزاحمت پر فائرنگ کر کے قتل کر دیا؟

(ب) اس اندوہناک واقعہ پر متعلقہ پولیس نے آج تک کیا کارروائی کی، اس کی مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کریں؟

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس توجہ دلاؤ نوٹس کا جواب یوں ہے کہ:

(الف) وقوعہ کی حد تک درست ہے۔

(ب) اس مقدمہ کے اندراج کے بعد تفتیش عمل میں لائی گئی ہے اور مقامی پولیس کو قوی شک ہے کہ وقوعہ مذکورہ بالا ایک منصوبہ بندی کے تحت کیا گیا۔ اس ضمن میں مشتبہ شخص کا call data حاصل کیا گیا ہے جس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مذکورہ شخص نے متوفی سے دوران

وقوعہ کئی بار بذریعہ فون رابطہ کیا اور اس شخص نے متوفی کے گاؤں کے دو اور لوگوں محمد جابر اور ناصر علی سے بھی رابطہ کیا۔ مذکورہ شخص ہالہ روڈ گرلز کالج پتوکی جو کہ جائے وقوعہ کے نزدیک واقع ہے، وہاں بھی گوجرانوالہ سے بروز وقوعہ آیا اور بعد از وقوعہ اسی روز واپس گوجرانوالہ چلا گیا۔ اس طرح مذکورہ مشتبہ شخص کے متعلق مشکوک تعلق زیر مشاہدہ آیا ہے۔ مقامی پولیس کو شک ہے کہ مذکورہ قتل میں تین اشخاص ملوث ہیں اور اس سلسلے میں یہ case workout ہو گیا ہے اور مشتبہ شخص اور اس کے دو ساتھیوں purposely ان کے ناموں کو public نہیں کیا جا رہا ہے اور case کی within a week انشاء اللہ تعالیٰ investigation final ہو جائے گی اور ملزمان کو گرفتار کر کے انصاف کے کٹہرے میں پیش کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: دوسرا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 1050 ملک غلام حبیب اعوان صاحب کا ہے جی، اعوان صاحب!

لاہور کے تھانہ ہڈیارہ کے ایس ایچ او کی ہلاکت و دیگر تفصیلات

ملک غلام حبیب اعوان: شکریہ۔ جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 31۔ دسمبر 2011 بوقت 3:45 پر تھانہ ہڈیارہ کی پولیس مع سول گاڑی موضع گھونڈا ایک متنازعہ قطعہ اراضی کا قبضہ دلانے کے لئے گئی جسے اصغر مہر وغیرہ نے stay order پیش کیا۔ ایس ایچ او ہڈیارہ نے stay order کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کالا مہر وغیرہ کی خواتین پر تشدد کرنے کا حکم دیا جس سے ایک خاتون بے ہوش ہو کر گر گئی جس سے پولیس پارٹی اور اسد اللہ گروپ میں اضطراب پھیل گیا اور انہوں نے موقع سے بھاگنے کی کوشش کی جس سے ایس ایچ او ہڈیارہ اپنی ہی گاڑی کے نیچے آ کر جاں بحق ہو گیا؟

(ب) اس وقوعہ میں کتنے بے گناہ لوگوں کو گرفتار کیا گیا، اس وقوعہ کی تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!

(الف) یہ درست نہ ہے، اصل حالات اس طرح ہیں کہ مورخہ 31- دسمبر 2011 کو محمد ارشد انسپکٹر ایس ایچ او تھانہ ہڈیارہ، مع محمد افضل سب انسپکٹر و ملازمان بسواری سرکاری گاڑی نمبری 1226/LEG بسلسلہ گشت اڈا ہڈیارہ موجود تھا کہ بوقت ڈیڑھ بجے دن اسد اللہ نامی شخص کی بذریعہ 15 کنٹرول call موصول ہوئی کہ کچھ افراد مسلح ہو کر گھونڈ گاؤں میں رقبہ پر قبضہ کر رہے ہیں۔ اس اطلاع پر ایس ایچ او تھانہ ہڈیارہ موقع پر پہنچا جہاں پر caller موجود نہ تھا۔ اسی اثناء میں محمد ایوب سب انسپکٹر انوسٹی گیشن ونگ تھانہ ہڈیارہ بھی موقع پر پہنچ گیا تو موقع پر موجود اصغر مہر وغیرہ مرد و زن 21 کس نامزد اور 40/50 کس نامعلوم نے للکارتے ہوئے ایس ایچ او تھانہ ہڈیارہ اور دیگر ہمراہی پولیس ملازمین پر حملہ کر دیا اور محمد ارشد انسپکٹر ایس ایچ او تھانہ ہڈیارہ اور دیگر ہمراہی ملازمان کو ڈنڈوں اور سوٹوں سے زدوکوب کرنا شروع کر دیا جس سے محمد ارشد انسپکٹر ایس ایچ او شدید مضروب ہو کر گر پڑا جسے ملزمان اصغر وغیرہ نے گھسیٹا، دیگر پولیس ملازمین کی وردیاں پھاڑیں اور انہیں زخمی کر دیا۔ ملزمان محمد ارشد انسپکٹر کو نیم مردہ حالت میں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ محمد ایوب سب انسپکٹر انوسٹی گیشن ونگ تھانہ ہڈیارہ شدید مضروب محمد ارشد انسپکٹر کو اٹھا کر سرکاری گاڑی میں نزدیکی پرائیویٹ ہسپتال برائے علاج معالجہ پہنچا تو محمد ارشد انسپکٹر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ محمد ارشد انسپکٹر ایس ایچ او تھانہ ہڈیارہ کسی کو قبضہ دلانے کے لئے گیا تھا نہ ہی کسی سول گاڑی کو ہمراہ لے کر موضع گھونڈ گیا بلکہ ایمرجنسی 15 کی call کی اطلاع پا کر بسواری سرکاری گاڑی نمبری 1226/LEG موقع پر گیا جہاں پر موجود اصغر مہر وغیرہ نے اسے کوئی stay order دکھایا، ایس ایچ او تھانہ ہڈیارہ نے ملزمان اصغر مہر وغیرہ کی خواتین پر تشدد کا حکم دیا اور نہ ہی کوئی خاتون پولیس تشدد سے زخمی یا بے ہوش ہوئی بلکہ جس عورت کے بے ہوش ہونے کا ذکر کیا گیا اس عورت نے موقع پر پہنچنے والے میڈیا کے افراد کو اپنا انٹرویو بھی دیا تھا۔ محمد ارشد انسپکٹر ایس ایچ او تھانہ ہڈیارہ، محمد اصغر وغیرہ کے تشدد کی وجہ سے ہلاک ہوا۔

(ب) اس وقوعہ کے حوالہ سے کسی بھی بے گناہ شخص کو گرفتار نہ کیا گیا۔ نامزد ایف آئی آر ملزمان کی گرفتاری عمل میں لائی گئی ہے۔ چالیس کے قریب نامعلوم افراد کے علاوہ تیرہ مرد اور آٹھ

خواتین نامزد ایف آئی آر ملزمان ہیں اور نامزد ملزمان میں سے سات ملزمان جن میں دو مرد اور پانچ عورتوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔

ملک غلام حبیب اعوان: جناب سپیکر! 16-01-2012تک عدالت نے حکم امتناعی جاری کیا ہوا تھا اور کمیشن نے ادھر جانا تھا۔Stay order موجود تھا کہ پرائیویٹ گاڑی پر ایس ایچ او صاحب گئے ہیں اور وہاں پر ایک بوڑھی خاتون کو ضرب لگی جس سے وہ گر گئی تو لوگوں نے سمجھا کہ وہ ہلاک ہو گئی ہے جس کی وجہ سے یہ افراتفری پھیلی ہے اور جہاں تک ایس ایچ او کی بات ہے تو انہیں گاؤں والوں نے گاڑی کے نیچے سے نکالا اور وہ پولیس گاڑی کے نیچے آئے ہیں۔اس کے بعد دو دن تک لائٹ بند رہی ہے، پورے گاؤں کو پولیس نے گھیرا ہوا تھا جبکہ اس گاؤں کی آبادی دس ہزار افراد پر مشتمل ہے۔لڑائی تو گاؤں کے ایک حصے میں ہوئی تھی پورے گاؤں والوں کا کیا قصور تھا کہ دو دن تک لائٹ بند رہی جس دوران بے شمار ڈکیتیاں ہوئی ہیں اور اس دوران کوئی انہیں پوچھنے والا نہیں تھا۔ہم نے جب ادھر جا کر شور مچایا ہے تو کل ایس ایس پی صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے بندے چھوڑ دیئے ہیں۔63 بندے انہوں نے پکڑے ہوئے تھے اور ان میں بچے بھی شامل تھے جن پر باقاعدہ تشدد بھی کیا گیا۔چونکہ اس میں فریق پولیس ہے اس لئے مہربانی کر کے اس کی جوڈیشل انکوائری کا حکم دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! انہوں نے جو آخر میں کہا وہ آپ نے سنا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جیسے میں نے عرض کیا کہ تمام ملزمان کو ابھی تک گرفتار نہیں کیا جا سکا اور انتہائی senior level پر پولیس تفتیش کر رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: انہوں نے کچھ اور بات کی ہے وہ جوڈیشل انکوائری کی بات کر رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! فی الحال اس میں گورنمنٹ کا جوڈیشل انکوائری کا کوئی ارادہ ہے نہ اس بارے میں کوئی حکم ہوا ہے کیونکہ قانون ہاتھ میں لینے والے لوگوں کے ساتھ اتنی نرمی کا برتاؤ تو نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں گرفتار نہ کیا جائے۔جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہاں پر stay order انہیں دکھایا تھا چلیں فرض کریں کہ stay order موجود تھا اور پولیس آفیسر اس کی violation کرنا چاہتا تھا تو اعلیٰ حکام بھی تو موجود ہیں۔کیا اس کا جواب پولیس پارٹی پر اس طرح سے حملہ کر کے دیں اور آدمی کو شدید مضروب کر کے اسے ہلاک کر دیں اور پھر اس کے بعد اس پر الزام یہ لگائیں کہ stay order کو اس نے تسلیم نہیں کیا تھا تو یہ مناسب نہیں ہے۔گاڑی والا معاملہ بالکل

بے بنیاد ہے متوفی ایس ایچ او کی پوسٹ مارٹم رپورٹ آچکی ہے اس سے باقاعدہ میڈیکل بورڈ نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ آدمی تشدد سے ہلاک ہوا ہے اور اس کے سر میں ڈنڈے کے وار fatal ثابت ہوئے ہیں۔

ملک غلام حبیب اعوان: جناب سپیکر! یہ بیان بالکل حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ جب پولیس فریق ہے، اس دن میڈیا والے بھی ہمارے ساتھ گئے تھے جنہیں گاؤں سے نکلنے نہیں دیا اور وہ پریس کلب آنا چاہتے تھے۔ پولیس والوں نے ان کو روکا ہوا تھا اور اس دن بھی تشدد ہوا ہے۔ لوگوں نے میڈیا والوں کو دکھایا تھا، ان کو رائفلوں کے بٹ مارے گئے کہ آپ بی آر بی نہر cross نہیں کر سکتے۔ وہاں اس وقت بہت خوف وہراس ہے اور یقین مانیں کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اتنا خوف وہراس تو 1965 کی جنگ میں نہیں تھا جتنا یہاں پولیس والوں نے پھیلایا ہوا ہے۔ وہاں دو دن گاؤں میں لائٹ نہیں آئی جبکہ یہ گاؤں دس ہزار آبادی پر مشتمل ہے۔ پولیس فریق ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ پولیس اپنے افسران کے بارے میں لکھے گی۔ جو ایس ایچ او کو چھوڑ کر بھاگے ہیں ان کی تفتیش کی جائے کہ وہ ایس ایچ او کو چھوڑ کر کیوں بھاگے ہیں؟ وہاں بالکل پرائیویٹ گاڑی موجود تھی، آپ جوڈیشل انکوائری کا حکم دیں انشاء اللہ سچ ثابت ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں investigating agency پولیس ہے۔ پولیس نے investigation کرنی ہے لیکن فیصلہ پولیس نے نہیں کرنا۔ چالان عدالت میں ہی پیش ہو گا اور اس کا فیصلہ عدالت ہی کرے گی۔ چونکہ یہ معاملہ ابھی initial stage پر ہے اور اس میں ابھی دو مرد ملزمان گرفتار ہوئے ہیں اور باقی تقریباً چالیس کے قریب ملزمان at large ہیں۔ اس معاملے کو اس طرح سے نہیں دیکھا جا سکتا کہ بعد میں وہ ملزمان گرفتار ہی نہ کئے جائیں اور یہ کیس لٹک جائے اس لئے پولیس کو as investigating agency اس پر پوری طرح سے انوسٹی گیشن کرنی چاہئے۔ اس کے بعد اگر انوسٹی گیشن کے رزلٹ سے دوسرا فریق مطمئن نہ ہو تو اس انوسٹی گیشن کو دوبارہ کسی اعلیٰ ایجنسی یا کسی اور ذریعے سے کروائی جا سکتی ہے۔ فی الحال اس میں interference مناسب نہیں رہے گی۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری گزارش ہوگی کہ یہ عوام اور پولیس کا جھگڑا ہے۔ لاء منسٹر صاحب جو بیان دے رہے ہیں وہ پولیس رپورٹ پر مبنی ہے۔ میری آپ سے گزارش ہوگی کہ آپ اس ایوان کی کمیٹی بنادیں جو اس سارے معاملے کو دیکھ لے۔ یقین جانیں مجھے بھی لوگوں نے بتایا ہے کہ وہاں پر کرفیو جیسی حالت ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ہم رانا ثناء اللہ صاحب سے اختلاف نہیں کر رہے ہیں لیکن ان کے پاس جو رپورٹ ہے وہ پولیس کی ہے اور ہمیں شکایت پولیس سے ہے۔ اگر اس کا قتل ہوا ہے تو متعلقہ آدمیوں کو پکڑلیں لیکن وہاں پر بجلی کاٹی ہوئی ہے، وہاں لوگوں کو پانی نہیں پینے دیا جارہا ہے، لوگوں کو گھروں سے باہر نہیں نکلنے دیا جارہا ہے اور بالکل کرفیو کی حالت ہے۔ یہ حالت کب تک قائم رہے گی؟ اس لئے میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس کا serious notice لیں اور اس ایوان کی کمیٹی بنا دیں تاکہ وہ سارے معاملے کو دیکھ لے۔ ہمیں رانا ثناء اللہ صاحب سے اختلاف نہیں ہے لیکن ہمیں پولیس کی رپورٹ سے اختلاف ہے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں جہاں تک اس مقدمے کی انوسٹی گیشن کا تعلق ہے، ملزمان کی گرفتاری کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ as investigation agency یہ پولیس کا ہی کام ہے اور اسی کو کرنا چاہئے۔ جہاں تک راجہ صاحب نے یہ بات کی ہے کہ وہاں پر بجلی کاٹی ہوئی ہے اور وہاں پر کرفیو نافذ کیا ہوا ہے تو اس معاملے کو چیک کرنے کے لئے آپ بے شک کمیٹی بنادیں۔ گورنمنٹ نے کسی کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہاں پر پورے گاؤں کی بجلی کاٹ دے، وہاں پر کرفیو نافذ کر دے یا بے گناہ لوگوں کو گرفتار کرے۔ ان معاملات کو اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ایوان کے کچھ ممبران کی کمیٹی بنائی جائے تو آپ کمیٹی بنادیں تاکہ ان معاملات کو چیک کیا جاسکے۔ اگر وہاں پر کوئی اس قسم کا تجاوز ہو رہا ہے تو اس کی correction کرانے کے لئے میں تیار ہوں۔

جناب سپیکر: میں لیڈر آف دی اپوزیشن اور رانا ثناء اللہ خان سے کمیٹی کے ممبران کے بارے مشورہ کرلوں پھر اس پر کمیٹی بنائی جائے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ امن عامہ پر بحث کا آغاز کل مورخہ 4-جنوری 2012 کو وزیر قانون کی تقریر سے ہوا تھا اور آج بھی بحث جاری رہے گی۔ عام بحث میں حصہ لینے والے ممبران کی مرتب کردہ فہرست میں چودہ ممبران کے نام موجود ہیں، میرا خیال ہے کہ اب بیس ہوگئے ہیں۔ اگر ان کے علاوہ کوئی معزز

ممبر بحث میں حصہ لینا چاہتا ہے تو اپنا نام مجھے بھجوا دے اس کے بعد متعلقہ وزیر wind up کریں گے۔ شکریہ

پوائنٹ آف آرڈر

جناب تنویر اشرف کائرہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کائرہ صاحب!

پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی تعیناتی کے لئے پینل میں خلاف قواعد تھرڈ ڈویژن کے حامل امیدوار کی سفارش

جناب تنویر اشرف کائرہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اس ایوان اور آپ کی توجہ ایک بہت اہم معاملہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ سے متعلق ہے۔ ہزاروں لاکھوں افراد اور ہماری نسل کا مستقبل اس سے وابسطہ ہے۔ میں پنجاب یونیورسٹی کی بات کرنا چاہوں گا کہ چیف منسٹر صاحب نے بہت اچھے احکامات جاری کئے کہ کسی بھی یونیورسٹی کا وائس چانسلر جو appoint کیا جائے گا اس کے academic career میں 3rd division نہیں ہو گی۔ میں نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ جن تین وائس چانسلر کی لسٹ کے لئے پروفیسروں کو short list کیا گیا اس میں ایک پروفیسر ایسے ہیں جن کے career میں 3rd division شامل ہے۔ اس پروفیسر کا نام ظفراللہ جدون ہے اور ان کو سیاسی بنیادوں پر recommend کیا گیا۔ وہ ایک سیاسی جماعت کے لیڈر کے داماد ہیں جس کی وجہ سے انہیں 3rd division کے باوجود بھی consider کیا جا رہا ہے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب سے استدعا کروں گا کہ جب وہ اس کو final کریں تو اپنے احکامات کے مطابق ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے وہ افراد جنہوں نے recommend کیا ان کے خلاف ایکشن لیا جائے۔ پنجاب یونیورسٹی وہ ادارہ ہے جس کا نام world universities کی لسٹ میں شامل ہے۔ وہاں میرٹ پر وائس چانسلر لگانا چاہئے۔ میں لاء منسٹر صاحب کو کہوں گا کہ حکومت اس پر ضرور غور کرے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! وائس چانسلرز کی تعیناتی کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے ایک search Committee بنائی ہوئی ہے جس میں

بہت ہی competent اور دیانتدار educationalist موجود ہیں۔ یہ معاملہ کورٹ میں بھی گیا تھا اور وہاں بھی اس بات کو appreciate کیا گیا کہ یہ طریق کار درست ہے۔ اس search Committee نے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی تعیناتی کے لئے تقریباً چالیس کے قریب لوگوں سے انٹرویو کیا اور ان میں سے تین لوگوں کو recommend کیا ہے۔ میرے بھائی تنویر اشرف کائرہ کی یہ information درست ہے کہ search Committee نے جن تین آدمیوں کو recommend کیا ہے ان میں سے ایک نام ظفراللہ جدون کا بھی ہے۔ اگر جدون صاحب کی کسی بھی level پر 3rd division ہے تو یقیناً متعلقہ Rules کے مطابق وہ qualify نہیں کرتے لیکن search Committee چونکہ ایک independent organ ہے اور وہ اپنے طور پر جس کو مناسب سمجھیں panel recommend کر سکتے ہیں panel کم از کم تین افراد کا ہوتا ہے تاکہ گورنمنٹ کو choice رہے۔ میں تنویر اشرف کائرہ صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ان کی یہ observation کہ panel میں ایک recommended کی 3rd division ہے اور یہ بات درست ہے تو گورنمنٹ during process اس بات کا خیال رکھے گی۔ Against the Rules کسی بھی آدمی کو یہ advise نہیں بھیجی جائے گی کہ اسے وائس چانسلر تعینات کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وزیراعظم پاکستان اور وزیراعظم افغانستان بیٹھے تھے۔ افغانستان کے وزیراعظم نے کہا کہ ہم وزیر ریلوے لگانے لگے ہیں۔ پاکستان کہ وزیراعظم نے کہا کہ آپ وزیر ریلوے لگانے لگے ہیں لیکن یہاں تو ریل نہیں ہے اور ٹریک ہی نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ نے وزیر قانون رکھا ہوا ہے تو آپ کے ہاں کوئی قانون ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ نے مجھے لاء اینڈ آرڈر پر بحث کے لئے کہا ہے تو کون سا لاء اینڈ آرڈر، کس صوبے میں؟

جناب سپیکر: دونوں ہی بہت خوبصورت ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! یہ بات دو ملکوں کے وزرائے اعظم کے درمیان ہوئی تھی اس لئے وہاں پر ذکر وفاقی وزیر قانون بابر اعوان کا ہوا تھا۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! بات تو کرنے دیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!۔۔۔

سرکاری کارروائی

بحث

امن عامہ پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: Be relevant now. جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! Law & Order پر بحث کے لئے یہاں پر کون سی متعلقہ اتھارٹی موجود ہے کہ ہم جو بات کریں گے تو وہ اس کی بہتری کے لئے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا ایک ایک لفظ type ہوگا اور لکھا جائے گا آپ اس کی فکر نہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! مجھے اس سے اختلاف ہے کیونکہ چیف سیکرٹری، آئی جی نہ ہی ہوم سیکرٹری ہے اور ہم یہاں پر جو بھی بات کریں گے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ شروع کریں۔ They will join you. I see.

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہم یہاں پر جو بھی بات کرتے ہیں وہ ریکارڈ کا حصہ بنتا ہے لیکن اس محکمے کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اگر آپ کہیں کہ یہاں پر لاء منسٹر صاحب بیٹھے ہیں، اس وقت ایک وزیر ایوان میں ہے وہ لاء منسٹر صاحب ہے اور ان کے کہنے پر کوئی سپاہی تک تبدیل نہیں کرتا تو ہم یہ باتیں کس کو سنائیں؟ میری آپ سے گزارش ہے کہ ایک گھنٹہ کے لئے ایوان کو adjourn کیا جائے اور چیف سیکرٹری، ''آئی جی'' پولیس، ہوم سیکرٹری کو طلب کیا جائے۔ خدا کی قسم میں کہہ رہا ہوں کہ آج آپ کی قیادت میں اس اسمبلی کی قدر و قیمت کم ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ اگر آج routine میں ایوان چلتا تو۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بحث 2:00 بجے کے بعد ہونی تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یعنی اگر Law & Order پر discussion ہوتی تو تقریباً 2:00 بجے کا ٹائم بنتا تھا لیکن آپ نے اپنے چیمبر میں ایک فیصلہ کیا اور اس کے مطابق تقریباً ایک گھنٹہ پہلے بحث شروع کر دی۔ ہوم سیکرٹری اور آئی جی صاحب in way ہیں ان کو میں نے خود اطلاع کی ہے۔ میں اپوزیشن لیڈر کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ جو کچھ یہاں پر فرمائیں گے اس کی باقاعدہ کاپی سیکرٹریٹ سے متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں کو جائے گی یعنی جس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق بات کریں گے تو میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کروں گا اور اس معزز ایوان کے سامنے بھی رکھوں گا۔ باقی میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کبھی بھی کسی سپاہی کے تبادلہ کے لئے کہا ہے اور نہ ہی میں ان چیزوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ دیکھیں! میری بات سنیں۔۔۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! کاپی دینے کا matter نہیں ہے اس معزز ایوان کے honour کا معاملہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، انہوں نے بات کر لی ہے ہم نے سن لی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آئی جی اور ہوم سیکرٹری in way ہیں they are coming میں نے۔۔۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! یہ لاء منسٹر کی بات نہیں ہے، یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کے دوران چیف سیکرٹری، ہوم سیکرٹری اور آئی جی پنجاب کو موجود ہونا چاہئے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کیا کر رہے ہیں آپ بات نہیں سنتے، آپ کا یہ کیا طریقہ ہے؟ آپ بات سنیں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، نہیں! آپ کی مہربانی، آپ کس بات پر بول رہے ہیں؟

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!۔۔

جناب سپیکر: راجہ ریاض صاحب! میری بات سنیں۔ آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث کا ٹائم اور تھا لیکن ہم نے بیٹھ کر اس مسئلہ کو اس طرح کیا کہ ہم نے سب کچھ suspend کیا کیونکہ یہ ضروری کام ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم پہلے بحث شروع کریں گے اور باقی کام کل کر لیں گے۔ اب آئی جی صاحب اور ہوم سیکرٹری صاحب راستے میں ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ کا کہنا ہمارے سر آنکھوں پر لیکن بات اس forum پر کی جانی چاہئے جہاں پر کوئی اثر ہو اور کوئی بہتری آ سکے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، دیکھیں!۔۔۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری عرض سن لیں آپ جو فرمائیں گے ہم اس کے تحت کام کریں گے لیکن بات کرنے کا فائدہ تب ہوتا ہے جب اس سے بہتری آئے اور کوئی بہتری کے اقدامات ہوں۔ میں جتنی باتیں کروں گا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ جو اچھی suggestion دیں گے انشاء اللہ اس پر عمل ہو گا۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری عرض سن لیں کہ کس طرح عمل ہو گا؟ اس ایوان کی کارروائی تو سیکرٹری نہیں پڑھتے تو آئی جی اور چیف سیکرٹری کیا پڑھیں گے؟ اب ہمیں پاگل بنایا جا رہا ہے، ہم اس حکومت کا حصہ رہے ہیں اور اس حکومت کے نہ کسی وزیر کا اثر ہے اور یہاں پر صرف ایک one man show ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر: محترم قائد حزب اختلاف اپنی ہی بات کی تردید کر رہے ہیں کہ یہ آج سے ایک روز قبل یعنی پرسوں انہوں نے خود یہ مطالبہ کیا کہ ہم لاء اینڈ آرڈر پر اس ایوان میں بحث کرنا چاہتے ہیں اس بحث کے لئے انہوں نے walk out کیا اور پھر کل ان کا مطالبہ رہا کہ آپ Question Hour کو suspend کر کے بحث کے لئے وقت دیں۔ ہم نے کل بھی بحث کے لئے ٹائم رکھا اور آج ہم نے Question Hour بھی suspend کر دیا ہے تو بات یہ ہے کہ اگر یہاں پر کوئی بات کرنے کا فائدہ نہیں ہے تو پھر آپ دو دن سے کیوں مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہم نے اس ایوان میں لاء اینڈ آرڈر پر بحث کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وہ بحث کریں گے یہ ان کا حق ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر ان کے پاس کہنے کو کوئی بات نہیں ہے یا ان کی تیاری نہیں ہے تو کسی اور سے کہیں کہ وہ آغاز کر دے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے وہ تیار ہو کر آتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری تیاری چیک کرالیں کہ میری تیاری ہے یا نہیں اس کا checkup کرالیں لیکن بات یہ ہے کہ ہم نے یہاں پر کہا تھا کہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو اور ہمیں یقین تھا کہ جب سپیکر صاحب بحث رکھیں گے تو متعلقہ محکمہ کے لوگ گیلری میں موجود ہوں گے۔ آپ وہاں پر دیکھ لیں کہ کوئی متعلقہ۔۔۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب! آپ کو بات بتادی ہے کہ میں نے ان کو کہا ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری عرض سن لیں۔ اب میں نہیں سمجھتا کہ اس موقع پر اگر میں کوئی بات کروں گا تو اس کا کوئی فائدہ ہے۔ رانا ثناء اللہ کے سامنے بات کرنا اسی طرح ہے جس طرح بھینس کے آگے بین بجانا۔

جناب سپیکر: جی، ہم آپ کو بین بجانے کے لئے نہیں کہتے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! اگر میری تیاری چیک کرنی ہے تو وہ چیک کر لیں اور میں قطعاً بحث میں حصہ نہیں لوں گا باقی اگر کوئی میرا دوست لینا چاہتا ہے تو حصہ لے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے
"ہم بھی نہیں لینا چاہتے" کی آوازیں)

جناب سپیکر: جی، چلیں !اگر آپ حصہ نہیں لینا چاہتے تو پھر دوسری طرف سے جو نام ہیں اتنی دیر میں ان کو پکار لوں۔ جی، میاں محمد رفیق صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں قائد حزب اختلاف سے یہ کہوں گا کہ ٹھیک ہے اتنی دیر میں حکومتی ممبران کو موقع دے دیں اور میری یہ گزارش ہوں گی کہ راجہ ریاض احمد اتنی دیر میں تیاری کر لیں اور بحث کی تقریر پر میں نے ان کی تیاری چیک کی تھی وہ انتہائی نامکمل تھی اس لئے یہ تھوڑا سا ٹائم لگا کر تیاری کر لیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بس ٹھیک ہے آپ کی مہربانی، اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب بجٹ آئے گا پھر دیکھیں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری تیاری بالکل ٹھیک ہے [*****]

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی، ایسے الفاظ ایوان میں نہیں آنے چاہئیں۔ ان کو حذف کر دیا جائے۔ جی، میاں محمد رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! بھلے راجہ صاحب کے کہنے کے مطابق انتظامیہ کے ذمہ داران کی گیلری خالی ہے میں پھر بھی کہتا ہوں کہ چلیں کچھ تو کہنا ہی چاہئے۔

جناب سپیکر! بحث کا آغاز کرتے ہوئے جناب وزیر قانون صاحب کی جو briefing تھی وہ بھی درست تھی انہوں نے مانا کہ صوبہ کی۔۔۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آج ہمارے قائد شہید ذوالفقار علی بھٹو کی سالگرہ ہے اس سلسلے میں گورنر ایوان میں ایک کیک کاٹا جانا ہے تو پھر انہوں نے کہنا ہے کہ یہ یہاں پر نہیں آئے اور ان کی تیاری نہیں تھی۔ اس کیک کاٹنے کی تقریب میں ہم نے شرکت کے لئے جانا ہے اس لئے

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

میری گزارش ہوگی کہ آپ ان کی بات سن لیں جب ہم وہاں سے واپس آئیں گے تو ہمارے اپوزیشن کے دوست اس پر اپنی رائے دیں گے۔آپ ان کو پہلے موقع دے لیں اور ہم کیک کاٹ کر واپس آ جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی،اگر اس دوران کوئی اور mishap ہو گیا تو پھر میں اس کا کیا کر سکوں گا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں راجہ صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ اصل بات انہوں نے اب کی ہے۔آپ ان کو جانے دیں جب یہ واپس آئیں گے تو بحث میں حصہ لے لیں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ اس کو تین بجے تک pending کر دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جب یہ کیک کھا کر آ جائیں گے تو اتنی دیر میں حکومتی ممبران بات کر لیں گے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! جتنی بحث آج ہو گی اتنی آج کر لیں گے اور اگر کل بھی بحث کر لی جائے تو کیا حرج ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لاء اینڈ آرڈر ایک بڑا اہم subject ہے اگر کل پر لے جانا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

جناب سپیکر: جی،میاں رفیق صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! اگر یہ بحث کل تک جاری رہے تو میری یہ گزارش ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی،کل بھی بحث جاری رہے گی۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ مجھے بھی کل ہی موقع دیا جائے کیونکہ میں ان دوستوں کے سامنے جو بات کرنا چاہتا ہوں اس موقع سے محروم رہ جاؤں گا۔اس کے علاوہ جو طعن و تشنیع یہ صوبائی حکومت،جناب وزیر اعلیٰ اور جناب وزیر قانون پر کرتے رہتے ہیں اس کا میں یہاں پر جواب دینا

چاہتاہوں اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ مجھے آپ کل ہی موقع دے دیں۔ میں آپ کا اس سلسلے میں بے حد مشکور رہوں گا۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! آپ کدھر جارہے ہیں؟ آپ کی تو باری ہے۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب والا! میں ادھر ہی ہوں۔

جناب سپیکر: جناب احمد خان بلوچ!

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ اعتراض تو ہمیں بھی ہے کہ آئی جی بھی موجود نہ ہو، ہوم سیکرٹری بھی نہ ہو تو ہم کس کو اپنی بات سنائیں؟ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وزیر قانون صاحب بیٹھے ہیں وہ ضرور ان چیزوں پر عمل کروائیں گے جو عوام کے لئے تکلیف دہ ہیں یا عوام کے لئے ضروری ہیں۔ ویسے آج تک ایسی مثال پہلے نہیں ہے امن عامہ پر بحث ہو اور کوئی بھی انتظامیہ کا افسر موجود نہ ہو۔

جناب سپیکر! میری سب سے پہلے یہ گزارش ہے کہ آج چار سال ہونے والے ہیں پہلے اجلاس سے میں یہ کہہ رہا ہوں جس کا آپ کو بھی علم ہے کہ خدا کے لئے انوسٹی گیشن کا طریقہ تبدیل کریں، Police Rules 2002 کو تبدیل کریں اس میں عوام کو اتنی تکلیف ہے۔ عوام کو سڑکیں دینے سے، سکول دینے سے، بجلی دینے سے بھی ان کی تکلیف دور نہیں ہوتی۔ ایک غریب جس کے گھر میں گندم نہیں ہے، کھانے کے لئے روٹی نہیں ہے وہ رحیم یار خان سے، ڈیرہ غازی خان سے ایک درخواست لے کر چلتا ہے اور لاہور آتا ہے۔ ایڈیشنل آئی جی کے پاس صرف انوسٹی گیشن کی تبدیلی کے لئے درخواست دینے آتا ہے۔ مزے کی بات ہے کہ اس کو بھی اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ چلو وہ بے چارہ، دو دن سفر کرنے کے بعد آیا ہے وہ اس پر کوئی آرڈر کر دے نہیں وہ اسے کہے گا کہ آپ جائیں۔ اب یہ درخواست دوبارہ آپ کے ضلع میں جائے گی اور وہاں پر بورڈ بیٹھے گا اس کو مہینہ لگے، دو مہینے لگیں اس کے بعد پھر بورڈ بیٹھتا ہے، بورڈ اپنی رپورٹ دوبارہ لاہور بھیجتا ہے۔ اس کے بعد پھر لاہور میں آکر دوبارہ اس کا مسئلہ پیش ہوتا ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ تین مہینے صرف اس کی investigation change کرنے میں لگتے ہیں۔ جو کچھ پولیس نے کرنا ہوتا ہے کرپٹ افسر نے کرنا ہوتا ہے۔ اگر اس نے کسی بے گناہ کو جیل میں بھیجنا ہوتا ہے تو بھیج دیتا ہے اور اگر گنہگار کو بری کرنا ہوتا ہے تو اس کو بری بھی کر دیتا ہے اور یہ معاملہ اسی طرح لٹکتا رہتا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ رانا صاحب نے بھی کئی دفعہ ایوان

میں کہا ہے کہ یہ ایک جائز مسئلہ ہے اس پر ہم کام کر رہے ہیں۔ان کی یقین دہانی سے ہمیں خوشی بھی ہوئی ہے اور وہ چیز ہم نے عوام تک بھی پہنچائی لیکن ابھی تک اس کا کوئی علاج نہ ہوا۔اب بھی پچھلے چار سالوں سے انوسٹی گیشن تبدیل کرانے کے لئے لوگوں کو لاہور آنا پڑ رہا ہے۔ایک تو میری یہ گزارش ہے کہ خدا کے لئے اس کو تبدیل کریں، رانا صاحب نے کہا تھا کہ شاید مرکز کی طرف سے کچھ رکاوٹ ہے یا مجبوری ہے،انوسٹی گیشن کی حد تک ہم کر رہے ہیں جلد ہو جائے گا لیکن ابھی تک تو وہ بھی نہیں ہوا۔یہ ایک عوامی مسئلہ ہے یا جس طرح سے کہتے ہیں کہ اس سے بڑا عوامی مسئلہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ انہیں اس سے سخت تکلیف ہے۔دوسری میری گزارش یہ ہے کہ لودھراں کا ایک تھانہ گیلے وال ہے اس کو بنے ہوئے تقریباً آٹھ سال ہو گئے ہیں۔۔

جناب سپیکر:لودھراں کا کون سا تھانہ؟

جناب احمد خان بلوچ:جناب والا! تھانہ گیلے وال۔اس کی حالت یہ ہے کہ آج تک اس کی عمارت نہیں بنی۔وہ مانگی ہوئی بلڈنگ میں بیٹھے ہیں وہاں ان کے افسران کے لئے کوئی رہائش ہے۔یہاں تک کہ ایس ایچ او کی بھی وہاں پر رہائش نہیں ہے، دو کلو میٹر پر انہوں نے رہائش رکھی ہوئی ہے۔اس کے علاوہ تھانہ آبادی سے بھی دو میل دور ہے، حالت یہ ہے کہ تھانیدار گیلے وال رہتا ہے اور باقی افسران بھی وہیں پر مکان لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہاں پر پریشانی ہوتی ہے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ جب باقی تھانوں کی بلڈنگ بن گئی ہے تو اس کی بلڈنگ کیوں نہیں بن رہی؟ اس طرح کار سرکار میں بھی رکاوٹ آتی ہے، لوگ جب تھانے جاتے ہیں تو ایس ایچ او یا تفتیشی افسران بہت کم ملتے ہیں ان کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔خدارا میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ ان کو وہاں پر بلڈنگ بنا کر دیں تاکہ وہ عوام کے مسئلے آسانی سے حل کر سکیں۔

میری تیسری گزارش یہ ہے کہ محکمہ انٹی کرپشن تو بن گیا بلکہ کافی عرصہ سے چل رہا ہے لیکن اس میں لگاتے کن لوگوں کو ہیں؟ محکمہ انٹی کرپشن جس نے رشوت پر کنٹرول کرنا ہوتا ہے وہاں پر ان پولیس افسروں کو لگایا جاتا ہے جو اپنے اضلاع میں پہلے ہی بدنام ہوتے ہیں۔ایس پی اور ڈی پی او ان کی کرپشن کی وجہ سے ان سے تنگ ہوتے ہیں اور ان کی سفارش کر دی جاتی ہے کہ جاؤ تم انٹی کرپشن میں چلے جاؤ اور آپ وہاں جا کر کرپشن کو روکیں۔خدارا ان باتوں کو دیکھ لیا کریں۔پہلی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو on deputation نہیں لینا چاہئے، براہ راست محکمہ انٹی کرپشن میں نئے اور ایماندار آدمیوں کو بھرتی کریں جو کہ ہمارے پاس موجود ہیں اور اگر ان میں سے ہی لینے ہیں تو کم از کم ان کی

دیانت داری کو چیک کر لیا جائے۔ان کا سابقہ ریکارڈ ہی دیکھ لیا کریں، جو اپنی کرپشن کی وجہ سے وہاں پہلے ہی لوگوں کو تنگ کر رہے ہوتے ہیں۔ محکمہ انٹی کرپشن میں تو لوگوں نے درخواست آ کر دینی ہوتی ہے وہاں پر بھی انہی لوگوں کو لگا دیا جاتا ہے کہ تم انٹی کرپشن پر کنٹرول کرو تم ان کی انوسٹی گیشن کرو۔ خدا کے لئے یا تو محکمہ انٹی کرپشن کو ہی بند کر دیں یا پھر کم از کم دیانت دار لوگوں کو تو وہاں پر تعنات کریں جو لوگوں کے مسائل سن سکیں اور ان کو حل کر سکیں یہی میری چند ایک گزارشات ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخری گزارش یہ کرتا ہوں کہ وزیر قانون بھی تشریف فرما ہیں، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کر رہے ہیں ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ان کی نیت ٹھیک نہیں ہے یا لاء اینڈ آرڈر کے معاملے پر کوئی کسر چھوڑتے ہیں، وہ رات دن اس پر لگے ہوئے ہیں۔ اگر ہم چوروں، ڈاکوؤں سے عوام کو نجات نہیں دلا سکے تو خدارا پولیس والوں کو اتنا ہی کہہ دیں کہ کم از کم شریف آدمیوں سے اخلاق سے تو پیش آئیں۔ اتنا ہو جائے پھر بھی ہم کہیں گے کہ کچھ تو ہوا ہے۔ ان کی بد اخلاقی، ان کی بد تمیزی، ان کا غریب اور شریف لوگوں سے غلط طریقے سے پیش آنا عوام کو اس سے بہت زیادہ تکلیف ہے۔ مہربانی کر کے اس کا ضرور کوئی حل نکالا جائے۔

جناب سپیکر! آخری بات یہ ہے کہ یہ ایک فارمولا بنا لیا جائے کہ جس تھانیدار، انسپکٹر کے پانچ سال ایک ضلع میں گزر گئے ہیں یا تین سال گزر گئے ہیں، سنا ہے کہ اس سلسلے میں ایک Rule بھی موجود ہے کہ تین سال جب ایک ضلع میں ہو جائیں اس کے بعد وہاں سے تبدیل کر دیا جائے۔ وہاں پر تین سالوں میں وہ ڈاکوؤں سے، چوروں سے، دلالوں سے اتنی دوستیاں بنا لیتا ہے کہ وہ شریف آدمیوں کو انصاف نہیں ملنے دیتا۔ خدارا جب تین سال گزر جائیں کم از کم اس کو دوسرے ضلع میں تبدیل کر دیا جائے۔ کم از کم چھ مہینے تو اس کو نئی جگہ پر یاری دوستی بنانے میں لگ جائیں گے اور کم از کم ان تھانوں کی عوام کو کوئی سہولت تو میسر ہو گی۔ یہ میری چند گزارشات تھیں۔ جناب کی مہربانی اور شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ

جناب محمد معین وٹو: جناب والا! لاء اینڈ آرڈر جو کہ ایک انتہائی اہم موضوع ہے۔ اس صورتحال میں آئی جی صاحب، ہوم سیکرٹری صاحب، لاء سیکرٹری صاحب بھی موجود نہیں ہیں۔ اس ساری بحث کا مجھے as such کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اس بحث کو کل تک کے لئے pending کر دیں اور کل آئی جی صاحب، ہوم سیکرٹری صاحب اور لاء سیکرٹری صاحب کو بھی بلا لیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! جتنی بات آج ہو سکی آج کر لیں گے اور کل بھی اس پر بحث کر لی جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! ٹھیک ہے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لاء اینڈ آرڈر ایک بڑا important subject ہے۔ اگر یہ بحث کل پر لے جانا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! آپ نے آج Rules کو suspend کر کے، سارے بزنس کو ختم کر کے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! بولنے تو دیا کریں۔

جناب سپیکر: دیکھیں! اگر یہ ایوان صرف اور صرف میرے اور آپ کے لئے ہو پھر تو بات ہے، یہ بات مناسب نہیں ہے اس ایوان کے ٹائم پر سب کا حق ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ہمارے اپوزیشن کے دوست بھی تو چلے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے ایک بات کی ہے کہ وہ کہیں کیک کاٹنے جا رہے ہیں یا کیا مسئلہ ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! انہوں نے اگر جانا تھا چلے جاتے اسمبلی کا بزنس چلتا رہتا۔ وہاں سے جب وہ واپس آتے تو وہ بھی آ کر بات کر لیتے۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: دوسری میری گزارش یہ ہے کہ ہم نے اجلاس کتنی دیر سے شروع کیا؟ اسی وجہ سے سارا وقت ضائع ہو گیا۔

جناب سپیکر: آپ حضرات ٹائم پر آ جایا کریں۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے محترم لغاری صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ فیصلہ کہ آج صرف اور صرف لاء اینڈ آرڈر پر بحث

ہونی چاہئے اور اس مقصد کے لئے باقی بزنس کو بھی suspend کر دیا جائے۔ یہ باقاعدہ آپ کے چیمبر میں طے ہوا۔

جناب سپیکر: جی، میں نے ہی کہا تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! یہ آپ کے چیمبر میں طے ہوا اور وہاں پر جب آپ نے مجھے طلب فرمایا تو مجھ سے پہلے لغاری صاحب کی طرف سے پارلیمانی لیڈر چودھری ظہیر الدین صاحب اور پیپلز پارٹی کی طرف سے ان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر چودھری شوکت محمود بسراء صاحب بھی موجود تھے اور ان کی خواہش پر آپ نے یہ فیصلہ فرمایا۔ یہ فیصلہ کوئی میں نے یا آپ نے اکیلے تو نہیں کر دیا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جن لوگوں نے یہ فیصلہ کرایا کیا وہ اسمبلی میں موجود ہیں؟

جناب سپیکر: آپ نہیں دیکھ سکتے؟ آپ مجھ سے ہی یہ بات پوچھتے ہیں۔ جی، محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ رہی ہوں کہ ہمارے پارلیمانی لیڈر چودھری ظہیر الدین صاحب بالکل اسمبلی میں موجود ہیں اور ابھی اپوزیشن چیمبر میں ہمارے ممبران کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت پورے ملک کا یہی problem ہے اور specially جب اسمبلی میں بھی لاء اینڈ آرڈر کو ensure نہیں کیا جائے گا تو میں سمجھتی ہوں کہ اس پر بحث کرنے کا فائدہ نہیں ہے۔ آپ کے چیمبر میں جو میٹنگ ہوئی تھی کہ کیا اس decision میں یہ بھی شامل تھا کہ جب یہ debate ہو گی تو اس محکمے کے لوگ یہاں موجود نہیں ہوں گے؟ ہم ایک طرف تو کہتے ہیں کہ اس پر debate ہونی چاہئے کیونکہ یہ ایک serious issue ہے تو اس کی seriousness کا یہاں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ حکومت اس بارے میں کتنی serious ہے کہ relevant department کے سینئر افسران یہاں موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: یہ بات پہلے ہو چکی ہے اور اس کا جواب بھی ہو گیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جی، ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! میں ہمیشہ معزز لاء منسٹر صاحب کا بہت احترام کرتی ہوں چونکہ جب یہ اپوزیشن میں تھے تو انہوں نے جتنی struggle کی ہے at least ایک سیاسی ورکر ہونے کی حیثیت سے میں ہمیشہ اس کو admire کرتی ہوں لیکن کل ان کی تقریر سن کر مجھے دلی دکھ ہوا۔ جب لاء منسٹر صاحب اپوزیشن میں تھے تو پولیس کی کارکردگی ان سے زیادہ بہتر کوئی نہیں بتاتا تھا، آپ

پچھلے پانچ سال کا ریکارڈ دیکھ لیجئے کہ جس طرح سے جو جو چیزیں انہوں نے بحیثیت اپوزیشن ممبر point out کی ہیں شاید وہ چیزیں عام آدمی کی نظر سے بھی نہ گزری ہوں لیکن کل جب یہ تقریر کر رہے تھے تو مجھے بہت دکھ ہوا اور مجھے ایک ایسی feeling ملی کہ لاء منسٹر صاحب کو ان کے محکمے نے جو رپورٹ دی ہے وہی پڑھ رہے ہیں، مجھے یہ نہیں لگا کہ لاء منسٹر صاحب اپنی پالیسی سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں بلکہ مجھے یہ لگا کہ کسی تھانے کا ایس ایچ او یا محرر اپنے محکمے کی دی ہوئی رپورٹ پڑھ کر figures بتا رہا ہے۔ اپوزیشن ممبران کو کبھی بھی ایجنسیاں رپورٹ نہیں کرتیں، ہمیں آسمان سے کوئی وحی نازل نہیں ہوتی بلکہ ہم totally اخبارات، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر dependent ہوتے ہیں۔اس وقت صوبے میں جو لاء اینڈ آرڈر کی بدحالی چھائی ہوئی ہے کل اس floor پر اس کا ذمہ دار دو محکموں کو قرار دیا گیا ایک واپڈا اور دوسرا سوئی گیس کا محکمہ تھا۔میں یہ کہنا چاہوں گی کہ سب سے پہلے محکمہ پولیس بند کر دیا جائے، اگر پنجاب کے حالات گیس اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ بہتر ہونے کی وجہ سے ٹھیک ہو جائیں گے تو جو investment ان پولیس والوں پر کی جا رہی ہے اس محکمے پر کی جا رہی ہے بہتر ہے کہ وہ investment واپڈا اور سوئی گیس پر کر دی جائے تو شاید پنجاب میں دودھ اور شہد کی نہریں بہنا شروع ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر! جب ہم لاء اینڈ آرڈر کی بات کرتے ہیں تو یہاں پر including محترم لاء منسٹر ہر شخص جانتا ہے کہ اس وقت صوبے میں Law ہے اور نہ ہی Order ہے۔ کل یہاں پر بہت سی figures quote کر کے ہمیں بتائی گئیں لیکن زمینی حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔آپ دیہاتوں میں دیکھ لیں کہ ایک ایک دن میں بیس بیس قتل ہو رہے ہیں، چوری، ڈکیتی، رہزنی، car snatching جتنی بھی برائیاں ہیں جو لاء اینڈ آرڈر سے related ہیں ان میں اتنی good governance ہونے کے باوجود کسی بھی چیز میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا ہے۔اگر یہ اتنا زیادہ اضافہ ہوا ہے تو پھر کہاں ہے Law اور کہاں ہے Order، یہاں پر کوئی دیکھنے والا ہے اور شہریوں کا کوئی پُرسان حال ہے؟ سب سے important چیز یہ ہے کہ آج کے تھانہ کلچر میں جو تبدیلی آئی ہے وہ یہ آئی ہے کہ جب کوئی عام شخص اپنی رپورٹ رجسٹرڈ کرانے کے لئے جاتا ہے ایف آئی آر کاٹنا تو بہت دور کی بات ہے، سب سے پہلے تو اس بے چارے غریب کی عرضی ہی نہیں لی جاتی اور جب اس کی عرضی لی جائے گی تو پھر وہ کرائم رجسٹر ہوگا اور اس کے بعد وہ لاء منسٹر صاحب کی figures میں آئے گا۔یہاں پر جو حالات جا رہے ہیں وہ سب جانتے ہیں کہ یہاں کوئی اپنے گھر کے اندر محفوظ ہے نہ کوئی گھر سے باہر محفوظ ہے۔ سڑکوں پر ناکے ہیں مگر

گھروں میں ڈاکے بھی ہیں، اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اگر وہ انکار کرے گا تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ اس صوبے اور اس کی عوام کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔

جناب سپیکر! جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم اپوزیشن ممبر ہیں اور ہم صرف تنقید برائے تنقید کے طور پر کہہ رہے ہیں آپ کا اپنا تعلق دیہات سے ہے آپ بھی جانتے ہیں کہ مویشی چوری کی وارداتوں میں کتنا اضافہ ہوا ہے اور جناب سے بہتر یہ کوئی نہیں جانتا کہ جب کسی غریب کی بھینس چوری ہو جاتی ہے تو اس کے پورے کنبے کی فاقوں تک نوبت آ جاتی ہے۔ پہلے یہ سنتے تھے کہ تھانوں میں لوگوں کی چھترول کی جاتی ہے، extra judicial killings ہوتی ہیں، تھانہ کلچر، third degree یہ ساری باتیں میں نے سنی تھیں لیکن سب سے افسوسناک واقعہ جو اسی صوبائی دارالحکومت لاہور میں کچھ دن پہلے پیش آیا کہ شہریوں نے ایک پولیس اہلکار کو سرعام ڈنڈے مار کر شہید کر دیا، Give me your attention

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح کے واقعات کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے لیکن اس سے زیادہ افسوسناک واقعہ یہ ہے کہ اس شہید پولیس آفیسر کی نعش کئی گھنٹوں تک پولیس لائن میں پڑی رہی لیکن جس طرح آج محکمے کے پاس ایوان میں آنے کا ٹائم نہیں ان کے کسی افسر کے پاس اس بے چارے کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے کا ٹائم نہیں تھا اور یہ بے حسی کی انتہا ہے۔ سب نے جانا ہے، کل نفس ذائقۃ الموت، نماز جنازہ میں شرکت کرنا فرض کفایہ ہے، تو جن لوگوں کے پاس فرض کفایہ ادا کرنے کا ٹائم نہیں ہے تو ان کے پاس آپ کی، میری جان کی حفاظت کرنے کا ٹائم کہاں سے آئے گا؟

جناب سپیکر! میں نے کل رات ایک چینل پر کچھ figures دیکھے ہیں جن کو دیکھ کر مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ کیا یہ پنجاب کی بات کر رہے ہیں یا میرے کانوں میں کچھ خرابی ہو گئی ہے اور مجھے غلط سمجھ آ رہی ہے۔ انہی کے محکمے نے یہ کہا ہے کہ خطرناک اشتہاری مجرموں کے کوائف پر مشتمل بلیک بک شائع کر دی ہے، یہ پنجاب کے بارے میں ہے اور اس کی جو تفصیل میں نے خود سنی ہے وہ انہی کے محکمے کی ایک رپورٹ چلا رہے تھے اور سب سے زیادہ اشتہاری صوبائی دارالحکومت لاہور میں ہیں کسی کے سر کی قیمت سات لاکھ روپے ہے، کسی کے سر کی قیمت پانچ لاکھ روپے ہے۔ کیا یہ سارے اشتہاری گیس کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے پیدا ہوئے اور پھر مفرور بھی ہو گئے یا بجلی کے نہ آنے کی وجہ سے یہ اشتہاری پیدا

ہوئے اور مفرور بھی ہو گئے کیونکہ پنجاب میں تو good governance ہے یہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں، پتا نہیں یہ کس صوبے کی بات کر رہے ہیں؟ پتا نہیں ساجدہ میر صاحبہ کس صوبے میں لٹی ہیں، پتا نہیں کون سے صوبے میں آمنہ الفت صاحبہ کی گاڑی چوری ہو گئی اور انہیں تین گھنٹے تک یرغمال بنایا گیا کیونکہ پنجاب میں تو حالات ہی کچھ اور ہیں یہاں پر تو کرائم نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ معاشرے زوال پذیر ہوتے ہیں جہاں پر لاء اینڈ آرڈر کنٹرول میں نہ ہو اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جن معاشروں میں قانون نام کی چیز نہیں ہوتی، لوگ قانون کی respect نہیں کرتے، اسے مہذب یا ڈیموکریٹک معاشرے نہیں کہتے بلکہ وہاں جنگل کا قانون کہا جاتا ہے اور اس وقت میری نظر میں پنجاب میں واقعی وہی جنگل کا قانون چل رہا ہے۔ میں کچھ figures آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں اور میں نے جیسے پہلے یہ گزارش کی ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا سسٹم نہیں ہے، کوئی رحمٰن ملک صاحب ہمیں رپورٹیں نہیں بھیجتے، ہمیں کوئی ایجنسیاں رپورٹنگ نہیں کرتیں بلکہ ہم total اخبارات، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر dependent ہوتے ہیں اور "The News" جس کی میں بات کر رہی ہوں یہ ایک authentic news paper ہے اور ہر وہ چیز authentic ہو جاتی ہے جب تک ان کے محکمے کی طرف اس کی rebuttal نہیں آتی اسے disown نہیں کیا جاتا تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ اتنی ہی سچی ہے جتنی لاء منسٹر صاحب کی باتیں ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ 2011 was set up in crime یہ پنجاب کی بات ہو رہی جس میں یہ کہا جا رہا ہے کہ جس طرح کل ہمیں 11-2010 کا comparison بتایا گیا کچھ comparison میں بھی بتانا چاہتی ہوں۔ یہ کہتے ہیں کہ 2010 میں bike lifter کے 2895 واقعات ہوئے تھے، 2011 میں 3612 واقعات ہوئے ہیں اس میں increase کی percentage 24.76 ہے، یہ اضافہ ہوا ہے۔ کار چوری کے 2010 میں 1254 کیسز تھے 2011 میں بڑھ کر 1415 کیسز ہو گئے اور اس میں increase 12.83 آیا ہے، vehicle of different times جو اسی صوبہ پنجاب میں سے چوری ہوئی ہیں 2010 میں 681 اور 2011 میں 792 اس کے بعد incident of theft جو مختلف نوعیت کی چوریاں ہیں وہ 2010 میں 1981 اور 2011 میں بڑھ کر 2226 ہو گئی ہیں اس میں 12.36 کا increase ہے۔ چونکہ میں ایک عورت ہوں اور میں اپنی جس کمیونٹی کو represent کرتی ہوں ان کے بارے میں میرا بہت concern ہے ہمیں مختلف صوبوں کے بارے میں یہاں پر comparison دکھایا گیا تھا یہ ایک اخبار کی خبر ہے جس کی ان کے محکمے نے کوئی تردید نہیں کی اس لئے میں اس کو من و عن صحیح تسلیم کرتی ہوں۔

اس میں ہے کہ first six month of 2011 crime against women پنجاب میں 3335، سندھ میں 819 ، خیبر پختونخواہ 379 اور بلوچستان 133 تو پنجاب سر فہرست ہے بڑا بھائی کرائم میں بھی واقعی بڑا بھائی بنا ہوا ہے۔پھر ان سب کو کس طرح disown کیا جا رہا ہے۔اخبارات میں جو کرائم کی ratio بتائی گئی ہے forced rape increase by 21.96 percent, kite flying increase 53.88 percent ہے جب ہم اسی floor پر کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ اگر آپ گڈی اڑانے پر ban لگانا چاہتے ہیں تو لوکل گورنمنٹ کو آپ نے wind up کر دیا،اس کا بیڑا غرق کر دیا۔اب ڈی سی او محلوں میں جا کر چیک کرے گا کہ کون چھت پر چڑھ کر گڈیاں اڑا رہا ہے۔جب بات کی جاتی ہے تو کچھ سوچ سمجھ کر بات کی جانی چاہئے،کوئی پالیسی ہونی چاہئے حکومت کے پاس کوئی vision ہونا چاہئے کہ ہم جو باتیں کر رہے ہیں ان کو implement کیسے کریں؟ صرف عوام کو سہانے خواب نہ دکھائے جائیں اور یہ جو blame game کی سیاست کی جا رہی ہے کہ اپنی برائیاں اور کوتاہیاں دوسروں پر ڈال دینا یہ justified نہیں ہے۔اس صوبے کے جو اس وقت حالات چل رہے،آپ اس ایوان کی بات کر لیجئے کہ معزز ممبران نے سب سے زیادہ تحاریک استحقاق پولیس کے خلاف move کی ہیں۔مختلف reports کا ذکر مختلف انداز سے ہوتا رہتا ہے تو یہ رپورٹ بھی ایک ایجنسی نے شائع کی ہے کہ اس وقت پنجاب کا محکمہ پولیس کرپشن میں دوسرے نمبر پر ہے۔پہلے ہم اپنا قبلہ تو درست کر لیں پھر کسی دوسرے کے اُوپر انگلی اُٹھائیں کہ فلاں بندہ چور ہے۔یہی الزامات ناظمین اور کونسلرز کے اوپر لگائے گئے کہ یہ سب corrupt ہیں لیکن آج تک کچھ ثابت نہیں ہو سکا۔جب ہمارا اپنا گھر شیشے کا ہے تو پھر ہم شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں کو پتھر کیسے مار سکتے ہیں؟ میرے خیال میں اس کا کوئی اخلاقی جواز نہیں ہے۔

جناب سپیکر!میں نے کل ایک اخبار میں بڑا خوبصورت شعر پڑھا اور میری دلی خواہش ہے کہ یہ شعر میں آپ کی وساطت سے معزز ممبران کو سناؤں۔ہم اپنی ذمہ داریوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے لئے حیلے بہانے ڈھونڈتے ہیں تو اس کے لئے شاعر کہتا ہے کہ:

زمیں کروٹ بدلنے کے لئے تیار ہو جیسے
گھڑی رُکنے کو ہے جنگل میں آہو ڈرنے والا ہے
بہت نیندیں نچھاور کر چکے اب چین سے سونا
کہانی ختم ہونے پہ آئی ہے اور مجنوں مرنے والا ہے۔

مجھے یہ لگتا ہے، حکومت یہ تسلیم کر چکی ہے کہ واقعی مجنوں مرنے والا ہے اس لئے صوبے کو خدا کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔یہاں پر Law اور نہ ہی کوئی Order نظر آتا ہے۔جب حکومتی بنچوں سے تعلق رکھنے والے کسی ایم پی اے کی کار snatch ہوتی ہے اور وہ اپنے متعلقہ تھانے میں جاتا ہے تو ان کو آگے سے ایس ایچ او صاحب یہ حکم صادر فرماتے ہیں کہ "بھائی جی، تہاڈی جان بچ گئی اے، چُپ کر کے گھر چلے جاؤ گڈی دی کوئی گل نئیں پھر آ جائے گی" جہاں تھانوں میں یہ attitude ہو تو وہاں پر ہم کس طرح سے توقع کر سکتے ہیں کہ کچھ بہتری آ سکے گی؟ وزیر قانون صاحب اگر یہ کہہ دیتے کہ آبادی بڑھ گئی ہے اس لئے crime میں اضافہ ہو گیا تو شاید مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی۔وزیر قانون نے ان تمام معاشرتی برائیوں کے بڑھنے کی جو وجوہات بیان کی ہیں ان کا کوئی اخلاقی جواز ہے اور نہ ہی یہ حکومت کی policy statement ہو سکتی ہے۔Although ہم محکمہ کے ان ملازمین کی families کے غم میں برابر کے شریک ہیں کہ جن کی بے قدری کی گئی اور ان پولیس ملازمین کی جانوں کو کچھ بھی نہ سمجھا، جس طرح عام شہریوں کے ساتھ سلوک کیا گیا اسی طرح ان کو بھی disgrace کیا گیا۔ پہلے ایک شہید کو disgrace کیا گیا اور اس کے بعد اس کی فیملی کو 30 لاکھ روپے کا چیک بھجوا دیا گیا، کیا یہ 30 لاکھ روپے کا چیک اس مرنے والے کی جان واپس لا سکتا ہے جو اپنے فرض کی ادائیگی میں شہید ہو گیا، کیا یہ 30 لاکھ روپے کا چیک اس کی بیوی اور بچوں کے دکھ کا مداوا ہو سکتا ہے کہ جس نے اپنے فرض کی ادائیگی میں اپنی جان نچھاور کر دی؟ یہاں پر حالات یہ ہیں کہ محکمہ پولیس والے کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔اس ایوان کی کمیٹی بڑی supreme ہوتی ہے۔یہ بہت supreme House ہے اور اس کا اپنا ایک تقدس ہے۔جہاں پر حالات یہ ہوں کہ اس ایوان کی کمیٹی میں آنے والا ایک ایس ایچ او جعلی سرٹیفکیٹ پیش کر دیتا ہے۔اُس دن میٹنگ میں محکمہ ہوم کی نمائندگی کرنے والے صاحب اس وقت آفیسر گیلری میں بیٹھے ہیں۔ مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ وہ ایوان کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تو پھر اس کے ممبران کو کچھ سمجھنا تو بہت دُور کی بات ہے۔اس ایوان کی بنائی ہوئی مجلس قائمہ کی جب یہ worth ہو کہ وہاں پولیس افسران جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹ پیش کر دیں تو پھر ایسی کمیٹی کا کیا فائدہ ہے؟

جناب سپیکر: اس کو challenge کیا جا سکتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جی، ہاں۔ ہم نے اسے challenge تو کیا ہے۔آپ کو پتا ہے کہ یہاں بہت سی چیزیں challenge کی جاتی ہیں لیکن ان کا بھی کبھی ایوان میں reply نہیں آیا۔

جناب سپیکر: محترمہ! اب آپ wind up کر لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اس attitude کو condemn کر رہی ہوں کہ جو لوگ جان ومال کی حفاظت کرنے والے ہیں جب وہ اس طرح جعل سازی کریں گے، اسی اسمبلی میں بیٹھ کر اور اسی اسمبلی کی مجالس قائمہ کے ساتھ جعل سازی کریں گے تو پھر ہم ان سے کس طرح کی توقع کریں، جن لوگوں کو خود اصلاح کی ضرورت ہے وہ اس معاشرے کی اصلاح کیا کریں گے؟ نویں محرم کے دن میں نے فیروزپور روڈ پر ایک واقعہ دیکھا۔ میں appreciate کرتی ہوں کہ محرم کے دوران واقعی بہت اچھے arrangements تھے اور اللہ کا شکر ہے کہ سب کچھ control میں رہا۔ خدا نہ کرے، جب اس صوبے پر کوئی مشکل آتی ہے تو جتنی تکلیف وزیر قانون یا حکومتی ممبران کو ہوتی ہے اتنی ہی ہمیں بھی ہوتی ہے کیونکہ ہم پنجابی ہیں، پنجاب سے ہمارا تعلق ہے اور یہ ہمارا ملک ہے۔ میں نے نویں محرم کو فیروزپور روڈ کے اوپر ایک واقعہ دیکھا۔ وہاں پر کالے شیشوں والی ایک پراڈو گاڑی تھی اور اس کے اندر کوئی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے پتا نہیں کہ وہ آفیسر کون تھے؟ جب ان کی گاڑی اشارے پر رُکی تو ان کے پیچھے escort کی گاڑی میں سے ایلیٹ فورس والے چھلانگیں مار کر اُترے اور اس گاڑی کے دروازوں کے ساتھ آکر کھڑے ہوگئے۔ جب ان پولیس افسران کی اپنی جانیں secure نہیں، ان کو اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے اتنے زیادہ لوگ رکھنے پڑتے ہیں تو پھر ہم ان سے کیا توقع کر سکتے ہیں اور اس صوبہ پنجاب کی عوام ان سے کیا توقع کر سکتی ہے؟

جناب سپیکر! پچھلی حکومت کے اچھے projects کو انہوں نے continue تو کیا لیکن آج اس 1122 کا کیا حال کر دیا گیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اسی طرح ٹریفک وارڈنز کو بھی انہوں نے ختم کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ آج ان وارڈنز کا کیا حال ہو گیا ہے وہ بھی سب کے سامنے ہیں۔ آج وہ وارڈنز وہیں پر قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور باقاعدہ سڑک پر لوگوں کی پٹائی کرتے ہیں۔ کوئی قانون اس کی اجازت نہیں دیتا لیکن یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے، لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں اس لئے لے رہے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اس وقت صوبے میں کوئی Rule of Law نہیں ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! اب آپ wind up کر لیں کیونکہ آپ نے کافی وقت لے لیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بات بڑی simple سی ہے کہ اگر واقعی ہم چاہتے ہیں کہ اس صوبے میں Law and Order بہتر ہو تو پھر پہلے اپنے اپنے قبلے درست کریں، دوسروں پر انگلیاں اٹھانے سے کچھ نہیں ہو گا۔ جس عوام نے mandate دے کر آپ کو ان اسمبلیوں میں پہنچایا ہے سب سے پہلا حق ان کا ہے۔ جب ان کے جان ومال اور عزت محفوظ نہیں ہو گی تو پھر میں سمجھتی ہوں کہ وہ

ایسی پارٹیوں سے کوئی link نہیں رکھیں گے۔ عوام یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ جو وعدے کر کے ووٹ لئے گئے تھے ان میں سے کون سا وعدہ وفا ہوا ہے، کوئی ایک وعدہ بتادیں کہ جو وفا ہو گیا ہے؟ تو میرے خیال میں ایسے وعدے ہی نہیں کرنے چاہئیں جو کہ ہم وفا نہ کر سکیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: آپ کا بہت شکریہ۔ جی، پرویز رفیق صاحب!

(اذان ظہر)

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آج آپ نے مجھے لاء اینڈ آرڈر پر بات کرنے کی اجازت عنایت فرمائی ہے۔ آج روزنامہ "ایکسپریس ٹربیون" میں ایک خبر چھپی ہے جس سے آسیہ بی بی سمیت اسی لاکھ اقلیتوں کی جانوں کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ میں جس خبر کا ذکر کرنے جارہا ہوں یہ پورے صوبے کے لئے، صوبے میں بسنے والے تمام شہریوں اور پورے پاکستان کے لئے ایک لمحہء فکریہ ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر کو جاننے کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ کل شہید انصاف گورنر سلمان تاثیر کی پہلی برسی تھی اُس پر سُنی اتحاد کونسل نے اپنے کل کے اجلاس میں اُس گن کی قیمت 10 کروڑ روپیہ لگائی ہے جس سے گورنر سلمان تاثیر کو قتل کیا گیا تھا۔ میں اُن کے مذہبی جذبات کا احترام کرتا ہوں اور میں اُن کی سیاسی قوت کا بھی احترام کرتا ہوں۔ اب ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہم لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے کس طرف جارہے ہیں۔ میں آج اس معزز ایوان سے سوال کرتا ہوں کہ وہ گن کس کے لئے خریدی جارہی ہے اور اس صوبے میں غریبوں کے لئے، اس صوبے میں مظلوموں کے لئے، اس صوبے میں بھوکوں کے لئے اور اس صوبے میں جن کے پاس چھت نہیں ہے تو آیا اُن کے پاس اتنا فنڈ ہے کہ وہ اُن کو بھی دے سکیں؟ میں آج اُن تمام لوگوں کی زندگیوں کو بھی خطرے میں محسوس کرتا ہوں جو انسانی حقوق کی بحالی، انسانی حقوق کے فروغ، میڈیا کے وہ تمام لوگ جو مظلوم طبقات کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے قلم کو استعمال کرتے ہیں، خصوصی طور پر روزنامہ "ایکسپریس ٹربیون" اور روزنامہ "ٹائمز" کے صحافیوں کے حوالے سے بھی کہتا ہوں کہ اُن کی زندگیوں کو بھی خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ اس خبر میں لکھا گیا ہے کہ جس طرح جاوید میاں داد کے بیٹ کی قیمت لگی تھی جس سے اُس نے چھکا مارا تھا، جس طرح جہانگیر کے ریکٹ کی قیمت لگی تھی اُسی طرح انہوں نے یہ کہا ہے کہ ہم اس گن کی قیمت 10 کروڑ روپیہ رکھ رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج آپ کی زندگی، آج وزیر قانون کی زندگی، آج وزیر اعلیٰ کی زندگی اور اس معزز ایوان کے ہر فرد کی زندگی خطرے میں ہے۔ جو لوگ اس ملک میں بانئ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے افکار کو بھلانا چاہتے ہیں آج اُن کی طرف سے یہ پیغام دیا جارہا ہے

کہ ہمیں اپنی زبان یا جان میں سے کسی ایک چیز کو عزیز رکھنا ہے۔ یہ ترقی یافتہ معاشروں کی نشانی نہیں ہے۔ آج ہمیں یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ ہم اگر جان کی سلامتی چاہتے ہیں تو زبان کو بند رکھنا ہوگا۔ ترقی یافتہ معاشروں میں liberty of expression and life protection دونوں کی گارنٹی ہے لیکن یہاں پر ان چیزوں کی کوئی گارنٹی ہے اور نہ ہی مجھے یہ سمجھ لگ رہی ہے کہ ان بیانات کے بعد آیا writ of the government exist کر رہی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر سپریم کورٹ میموگیٹ سکینڈل کو راتوں رات hearing کے لئے لا سکتی ہے تو آج میں اس ایوان سے چیف جسٹس آف پاکستان سپریم کورٹ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ سُنی اتحاد کونسل کے اس بیان کے بعد اسی لاکھ اقلیتوں کی جانوں کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے تو سپریم کورٹ اس پر suo motto action لے تاکہ اس ملک کو قائداعظم محمد علی جناح کے افکار کے مطابق چلایا جا سکے اور اس ملک میں رہنے والے تمام افراد کو، اس دھرتی کے خمیر سے پیدا ہونے والے تمام بیٹوں اور بیٹیوں کو یہ احساس دلایا جا سکے کہ آج وہ عدم تحفظ کا شکار نہیں ہیں، اُن کو یہ احساس دلایا جا سکے کہ آج قانون کے پہروں میں جیل کے اندر آسیہ بی بی پر تو حملہ کیا جاتا ہے اور آج بھی اس کی زندگی کو threat ہے اور شہباز قادری کو جیل میں تمام سہولتیں میسر ہیں۔ میری زندگی کا، کسی ایک زندگی کا یا 5 فیصد اقلیتوں کی زندگیوں کا سوال نہیں ہے بلکہ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے اس دھرتی کا معاملہ ہے۔ 95 فیصد لوگ جو اکثریت سے تعلق رکھتے ہیں یہ بالخصوص اُن کی جانوں کا بھی معاملہ ہے۔ ہماری معاشی، سماجی اور سیاسی ترقی کا انحصار ہمارے سماجی، آئینی، قانونی اور معاشرتی رویوں پر ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے لئے میری ایک مسلمان بہن، میرا ایک مسلمان بھائی نہ بحیثیت مسلمان بلکہ بحیثیت پاکستانی، بحیثیت اس دھرتی کا بیٹا اور بیٹی ہونے کے ناتے قابل احترام ہیں۔ آج ہمیں ان قوتوں کو روکنے کے لئے دیکھنا پڑے گا اور میں ایک شعر کے ساتھ اس کی وضاحت کروں گا:

انھے ناں ہون کتے سُجاکھے بدل کے ویکھ
تے کجھ طور تُوں اَج میرے آکھے بدل کے ویکھ
کھاندی ناں ہووے تیری فصل نُوں واڑ ای ضیا
کجھ دن تُوں اپنی فصل دے راکھے بدل کے ویکھ

جناب سپیکر! میں آج بحیثیت پاکستانی یہ گزارش کر رہا ہوں۔ یقیناً ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اس معزز ایوان اور موجودہ حکومت کی ذمہ داری ہے اور میں موجودہ حکومت سے گزارش کرتا ہوں، میں

تنقید نہیں کرتا۔ میں بالخصوص لاء منسٹر صاحب سے اور Law Enforcement Agencies سے بھی یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہمارے اسی لاکھ افراد جن کو، معذرت کے ساتھ، کافر سمجھا جاتا ہے، جن کو یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس دھرتی کے بیگانے شہری ہیں، ہمیں تو کوئی حق بھی دیتا ہے تو کہتا ہے کہ ہم نے رحم کیا تو میں اس معزز ایوان میں اس چیز کو تسلیم نہیں کرتا۔ میں اس معزز ایوان اور بانی پاکستان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہم سے یہ پوچھا کہ آپ انڈیا میں رہنا پسند کریں گے یا پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں تو مجھے اپنے بزرگوں پر فخر ہے کہ انہوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا لیکن آج سرائیکی صوبے کی بات ہو رہی ہے، آج ہزارہ صوبے کی بات ہو رہی ہے، میں اپنی اقلیتوں کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس طرح کی کوئی بات سوچتے ہیں اور نہ ہم ایسی کوئی بات سوچ سکتے ہیں کیونکہ اس ایوان کی سیڑھیوں پر جب یہ نعرہ لگ رہا تھا کہ جو مانگے گا پاکستان اُس کو ملے گا قبرستان، تو ہمارے بزرگ متحدہ پنجاب اسمبلی کے آخری سپیکر اور موجودہ پنجاب اسمبلی کے پہلے سپیکر نے کہا تھا کہ "سینے پہ گولی کھائیں گے، پاکستان بنائیں گے۔" میں یہی گزارش کروں گا کہ اقلیتوں کی مذہبی عبادت گاہوں اور اقلیتوں کی شخصیات کو سنبھالا جائے۔ میں آخر میں اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گا:

انسان سمجھتے ہو تو کچھ کہنے کا حق دو
پتھر ہوں اگر تو میری دیوار بنا دو
نغمات بغاوت کے صدا گونجیں گے چاہے
اس شہر کے ہر چوک میں اِک دار بنا دو

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں مختصر بات کرنا چاہتا ہوں اس لئے figures سے بات کروں گا۔ وہ اس طرح ہیں کہ لاہور پولیس کی کل تعداد 26330 ہے۔ اس میں سے 15730 افراد صوبائی اور وفاقی لوگوں کے لئے VVIP ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ اگر مزید دیکھیں تو 7 ہزار پولیس کے لوگ آپریشن، 3600 انوسٹی گیشن میں رہ گئے ہیں اور 2500 گن مین بھی ججز، پولیس کے اعلیٰ افسران، بیوروکریٹس اور سیاستدانوں کی disposal پر ہیں۔ اس میں مذہبی لیڈروں کی حفاظت پر معمور ہیں۔ میں اپنی پولیس کی مشکلات کے متعلق تھوڑا سا بتاؤں گا کہ ایلیٹ فورس کے 975 کمانڈوز میں سے صرف 160 کسی ناگہانی معاملے کو نبٹنے کے لئے موجود ہیں باقی سب VVIP ڈیوٹی پر ہیں۔ یہاں تک کہ ریسکیو 15 کے

150افسران بھیVVIPڈیوٹی کر رہے ہیں اور ایک انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ لاہور پولیس کا پٹرول اور ڈیزل کے بجٹ کا40فیصد وی آئی پی ڈیوٹیوں پر خرچ ہو رہا ہے۔

جناب والا!ایس ایچ او محمد ارشد کی شہادت اس لئے ہوئی ہے کہ اس کے ساتھ صرف تین پولیس اہلکار تھے اور جس طرح گورنمنٹ کیwritکو چیلنج کیا گیا، یہ کوئی اچھاindicatorنہیں ہے۔اگر پولیس کے افسران کے ساتھ بھی اسی طرح ہو گا تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔

جناب والا!اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ پولیس کے کرپٹ ملازمین کی نگرانی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔پولیس کے کرپٹ ملازمین کس طرحprime dutiesلے لیتے ہیں،confirmہوتا ہے کہ اس آدمی کا سارے کا ساراsourceغلط ہے لیکن اس کے باوجود کوئی ایسا نظام نہیں ہے جس سے ان کو چیک کیا جا سکے۔آپ نے دیکھا ہو گا اور آپ کے علم میں ہے کہ کسٹم ڈیپارٹمنٹ میں ایک vigilance wingہے۔میں یہ نہیں کہتا کہ کسٹم میں سارے ولی ہیں لیکنvigilance wing رپورٹ دیتا ہے کہ اس آدمی نے فلاں سیٹ پر رہتے ہوئےcollectionمیں کیا کیا۔ہمارے یہاں پنجاب پولیس میں یہ طریقہ ہونا چاہئے کہ اگر کہیں جرائم بڑھتے ہیں تو وہاں کے پولیس افسر کوnon-prime seatsپر بھیج دیا جائے اور اس سے جان چھڑائی جائے۔میں نام نہیں لوں گا لیکن بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اس طرح پولیس کو چپکے ہوئے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرحprime postsلے لیتے ہیں۔ان کا رہن سہن بہت مہنگا ہوتا ہے،پوری دنیا میں جوadministrative seatsپر کام کرنے والوں کا رہن سہنwatchہوتا ہے۔آج تک تھانوں میں ٹاؤٹ سسٹم اسی طرح ہے،جب تک اس ٹاؤٹ سسٹم کو توڑا نہیں جائے گا تو یہ معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے۔منشیات فروشی ہو رہی ہے اور اگر کوئی نیکی کا کام کر رہا ہے تو جعلی کوکا کولا اور پیپسی کولا کی فیکٹریوں کو جوshelterدیتا ہے۔آپ اندازہ لگالیں کہ اس کی آمدنی کیا ہو گی؟ایک طرف تو وہ ایکسائز ڈیوٹی اور فیڈرل ڈیوٹی بچا رہا ہے اور دوسری طرف وہ عوام کی صحت سے کھیل رہا ہے۔اس میں جو لوگ شامل ہیں،میرے حلقے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کو بھی معلوم ہے۔یہاں چونکہvigilance wingنہیں ہے اس لئے پولیس کے کسی آدمی کے خلاف کوئی معاملہ بنتا بھی ہے تو کوئیconfirm disciplinary actionنہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ لوگ اسی طرح پولیس میں اپنا کام کر رہے ہیں۔اگر پولیس کسی ملزم کو پکڑتی ہے اور وہ ضمانت پر رہا ہو جاتا ہے تو سپریم کورٹ کا ایک عجیب آرڈر آیا ہے جس میں سپریم کورٹ نے کہا ہے کہimmoveable propertyاگر کسی نے ضمانت میں دی ہے تو اس کو ضبط نہیں کیا جا سکتا۔میری وزیر قانون سے

درخواست ہوگی کہ اس پر ضرور review petition file کریں۔اس نے پولیس کے ہاتھ باندھ دیئے ہیں کیونکہ اگر کہیں کوئی ملزم بھاگتا ہے اور اس کے against کوئی ایسی property ہے جو اس نے ضمانت میں دی تھی تو اس کے خلاف کارروائی سپریم کورٹ کے آرڈر کی وجہ سے رک جاتی ہے۔اس کا فوری طور پر review ہونا چاہئے۔

جناب والا!لاہور میں پچھلے دنوں گیسٹ ہاؤسز پر ریڈز کئے گئے اور صوبہ کی کئی اور جگہوں پر بھی کئے گئے۔ وہاں سے خواتین اور مردوں کو پکڑا گیا۔ میں ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں کہ وہاں ایک عجیب بات ہوتی ہے کہ وہاں خواتین کو تو چھوڑ دیا جاتا ہے اور مردوں کو پکڑ کر اندر دے دیا جاتا ہے۔ یہ بڑا ظلم ہے کیونکہ دونوں برابر کے مجرم ہیں۔ حکومت کو گیسٹ ہاؤسز کو رجسٹرڈ کرنا چاہئے۔ان کو بغیر رجسٹریشن کے اپنا بزنس نہیں کرنا چاہئے۔یہ ایسی مشکوک جگہوں پر بنائے جاتے ہیں جہاں سے لاہور پہنچنے میں ایک گھنٹہ لگتا ہے۔یہ گیسٹ ہاؤسز پولیس اور لاء اینڈ آرڈر کے لئے بہت بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر!تمام پراپرٹی ڈیلرز، تمام رینٹ اے کار ڈیلرز اور تمام رینٹ اے موٹر سائیکل ڈیلرز کی کمپیوٹرائزڈ مانیٹرنگ ہونی چاہئے۔ کہیں کوئی گھر چاہے وہ دو مرلے، دو کنال، چار کنال یا دس کنال کا گھر ہو پراپرٹی ڈیلر کے بغیر کرایہ پر نہیں چڑھتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ پراپرٹی ڈیلرز کو رجسٹریشن کے تحت پابند کیا جائے کہ وہ کسی کو مکان دلانے کے دو گھنٹے کے اندر اندر اپنے متعلقہ پولیس سٹیشن کو اور سنٹرل پولیس آفس کو بتائیں گے کہ فلاں مکان ہم نے فلاں آدمی کو کرایہ پر دلایا ہے۔ ہمارے دیہاتوں میں جب تک پنچائیت سسٹم تھا اور محلوں میں کمیٹیاں تھیں تو حالات بہت بہتر تھے،لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ یہ کون ہے، یہ کس کا بندہ ہے اور یہ کس کا لڑکا ہے۔آپ کو بھی علم ہے کہ ریونیو ریکارڈ ہر آدمی کی اصل حقیقت آج بھی بتا دیتا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ ریونیو ریکارڈ کی بنیاد پر لوگوں سے deal کیا جائے لیکن پنچائیت میں بیٹھ کر آدمی کی اصلیت ضرور سامنے آ جاتی تھی کہ اس نے یہ جرم کیا ہے یا نہیں؟ آج لوگوں کو جو unending litigation کا سامنے ہے اگر پنچائیت سسٹم کو فوری طور پر نافذ کر دیا جائے تو پولیس کی کارکردگی میں بہت بہتری آئے گی اور عوام کو بھی بہتری ملے گی۔

جناب والا!ایک معاملہ patch construction کا ہے۔آج بھی جوہر ٹاؤن اور رائیونڈ کے علاقہ میں patch construction ہو رہی ہے۔Patch construction اسے کہتے ہیں کہ ایک گھر یہاں بنا اور دوسرا گھر دو فرلانگ پر بنا ہو۔اس طرح کے گھروں کو watch کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ

جرائم کا گڑھ ہیں کیونکہ ان میں جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ انہی لوگوں کو patch construction پسند ہوتی ہے جن کو ویرانہ پسند ہوتا ہے اور ویرانہ جرائم پیشہ لوگوں کو پسند ہوتا ہے۔

جناب والا! اسلحہ لائسنس بہت بڑا مسئلہ ہے، شریف لوگوں کو اسلحہ کے لائسنس ملنے چاہئیں۔ اس بنیاد پر اسلحہ لائسنس ملنے چاہئیں کہ ان کا track record غلط نہیں ہے اور وہ جرائم پیشہ نہیں ہے۔ اسلحہ کے لائسنس بنوانے میں آسانی ہونی چاہئیں۔ جس آدمی کا ریکارڈ صحیح ہے تو اس کو لائسنس ملنا چاہئے۔

جناب والا! پولیس کے لئے ایک اور بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ساٹھ سال سے پہلے کوئی پولیس کا ملازم سروس چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا چاہے کوئی آدمی اس فورس میں بیمار ہے، جتنا چاہے لاغر ہے لیکن اس کو ریٹائرمنٹ تک کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ فوج کی طرز پر پولیس کے اندر جو لوگ کسی بھی وجہ سے lethargic ہیں یا کسی بھی بیماری کی وجہ سے وہ صحیح کام نہیں کر سکتے تو ان کو full benefits کے ساتھ فارغ کر دیا جائے اور نئے لوگوں کو لایا جائے تاکہ پولیس کی جو non-force جس میں کم از کم پچیس تیس فیصد لوگ ایسے ہیں جو صحیح طرح سے ڈیوٹی نہیں کر سکتے ان کو فارغ کیا جائے۔

جناب والا! عدالتوں سے ضمانت کے بعد جو لوگ رہا ہو جاتے ہیں ان پر توجہ دینی چاہئے۔ ان اشتہاریوں کو top priority پر پکڑنا چاہئے کیونکہ وہ واقعی مزید جرائم کے لئے breeding areas ہیں۔

جناب والا! پولیس میں ایک ایسا wing ہونا چاہئے کہ ہر جیل میں پولیس کے دو تین آدمی سادہ کپڑوں میں بیٹھے ہوں وہ دیکھیں کہ ملزمان یا مجرمان سے ملنے کے لئے کون لوگ آتے ہیں، وہ جیل خانہ جات کا ریکارڈ دیکھیں کہ کون لوگ ان کو مل رہے ہیں؟

جناب سپیکر! پولیس کی گاڑیوں میں جتنی جلدی ٹریکر سسٹم لگا دیا جائے اتنا بہتر ہوگا تاکہ پولیس کا بجٹ اور اصل movement سنٹرل آفس monitor کرے کہ کیا ہو رہا ہے؟ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ مزید ایک لمحہ ضائع کئے بغیر VVIP duties کے لئے یا تو موجودہ فورس میں سے ایک علیحدہ فورس لے لی جائے یا علیحدہ فورس ہی بنا دی جائے تاکہ پولیس کی اصل فورس صرف عوام کے لئے ہی کام کرے۔ ہر تھانے میں ایک فلائنگ سکواڈ بنایا جائے تاکہ جہاں اس قسم کے حالات ہوں تو موقع پر کنٹرول ہو سکیں۔ لاہور میں یا بڑے شہروں میں تو ایمرجنسی 15 کی سہولت میسر ہے لہذا

فلائنگ سکواڈ اس طرح کا بنایا جائے کہ اس کے پاس معقول فورس اور گاڑیاں ہوں تاکہ لوگوں کو پتا ہو کہ جہاں کہیں بھی جرم ہو گا تو یہ لوگ فوراً پہنچیں گے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: آپ کی بھی مہربانی۔ محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ!۔۔۔وہ بھی تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر کی بگڑتی ہوئی صورتحال اتنی گھمبیر ہو چکی ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ اس کو کہاں سے شروع کروں اور کہاں پر ختم کروں؟

جناب سپیکر: جہاں سے آپ اچھا سمجھتے ہیں وہاں سے شروع کر دیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اس وقت یہ ایک سنجیدہ گفتگو ہے جسے point scoring کے لئے میں نے استعمال کرنا ہے اور نہ ہی کسی اور کو استعمال کرنا چاہئے۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے لہذا ہمیں انتہائی سنجیدگی کے ساتھ اس پر بات کرنی چاہئے۔ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے صرف میری ذات کا نہیں بلکہ ہماری پوری قوم اور صوبے کے لوگوں کا سوال ہے۔ اگر ہم تنقید برائے تنقید یا ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے پر ہی وقت ضائع کر دیں گے تو عوام کا بھلا کیسے ہو گا؟ میں سمجھتی ہوں کہ ہماری باتوں کو positive approach کے ساتھ آپ کو بھی لینا چاہئے، لاء منسٹر صاحب کو بھی positive انداز سے سننا چاہئے اور مجھے بھی اسی انداز سے ہی بات کرنی چاہئے۔ سب سے پہلے میں ایک عام انسان اور عام شہری ہوں اُس کے بعد میں ایم پی اے ہوں یا کوئی اور عہدہ میرے پاس ہے۔ بطور ایک عام انسان لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے جو مسائل مجھے درپیش ہیں جنہیں میں محسوس کر سکتی ہوں وہی میرے ساتھ والے پڑوسی، گاؤں کے لوگوں اور دُور دراز علاقوں کے ہر کنبے کا مسئلہ ہے۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ آپ کسی بھی گھر میں چلے جائیں، کسی بھی خانہ دار خاتون یا ماں باپ سے سوال کر لیں تو وہ اپنے بچے کو گھر سے باہر بھیجتے ہوئے خوفزدہ ہیں اور مائیں مصلیٰ پر ہر وقت تسبیح کرتی رہتی ہیں کہ اگر یہ بچہ پڑھنے یا کسی کام سے گیا ہے تو خیریت سے واپس آ جائے۔ کسی کی موٹر سائیکل یا گاڑی چھن سکتی ہے یا اُس کو اغواء برائے تاوان کے لئے پکڑا جا سکتا ہے یعنی کچھ بھی سانحہ پیش آ سکتا ہے۔ لاء منسٹر صاحب اگر یہ کہتے ہیں کہ سب اچھا ہے تو میں کہتی ہوں کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ میں سراپا مثال آپ کے سامنے بیٹھی ہوئی ہوں۔ گھر کے اندر چوریاں، باہر ڈکیتیاں اور اغواء برائے تاوان ہو رہے ہیں۔ جب سے میری گاڑی چھینی گئی ہے اس عرصہ کے دوران جس شخص سے بھی میں نے بات کی ہے اُس نے یہی کہا ہے کہ میری گاڑی بھی چھینی گئی تھی۔ کسی کی سال پہلے، کسی کی دو مہینے پہلے اور کسی کی چار دن پہلے چھینی گئی تھی۔ میں اس

وقت اعداد و شمار کی بحث میں نہیں جاؤں گی کیونکہ اعداد و شمار بہت سارے لوگوں نے اچھے انداز سے پیش کر دیئے ہیں۔ یہ وہی اعداد و شمار ہیں جو سرکاری ہیں۔ میرے نزدیک ایک گھر میں ہونے والی یا لوگوں کے ساتھ پیش آنے والی وارداتوں کی صحیح طریقے سے گنتی کی جائے تو وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ میرے حساب سے more than 50 percent وارداتیں بتانے کے لئے کوئی شخص پولیس تک پہنچتا ہی نہیں ہے بلکہ چھوٹی موٹی mobile snatching اور chain snatching کی وارداتیں کہیں پر رجسٹرڈ ہی نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! اس بحث کو میں چار حصوں میں تقسیم کروں گی۔ ایک حصے میں لٹنے والے، ایک حصے میں لوٹنے والے، ایک حصے میں پولیس والے اور ایک حصہ حکمرانوں کا ہے۔ مسئلہ تو پاکستان کا ہے مگر میں صوبہ کی بات کروں گی کہ کوئی گھرانہ ثابت کر دیں جس کے ساتھ کوئی نہ کوئی واردات نہ ہوئی ہو۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ہر وقت وارداتیں ہو رہی ہیں۔ اب کوئی خاتون چوڑی پہن کر اور نہ انگوٹھی وغیرہ پہن کر باہر نکل سکتی ہے بلکہ اب کسی قسم کی کوئی سکیورٹی سرے سے ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اب میں دوسرے گروپ لوٹنے والے اور ڈکیتیاں کرنے والے چور اُچکوں کی بات کروں گی۔ میں جگ بیتی نہیں کہوں گی بلکہ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہے کہ آپ لاہور سے باہر چلے جائیں تو بالکل بھی محفوظ نہیں ہیں۔ جس علاقہ سے میری گاڑی چھینی گئی ہے وہ حافظ آباد کا کوئی علاقہ تھا اور یہ سارے علاقے چوروں اور ڈاکوؤں کی آماجگاہ ہیں۔ وہاں پر یہ لوگوں کا معزز پیشہ ہے۔ وہاں پر سب سے بڑا معزز ڈاکو car snatching کرتا ہے، اُس سے کم درجے کے معزز کا پیشہ موٹر سائیکل snatching ہے اور بالکل چھوٹے درجے کا بندہ جیب کترا ہے۔ میں خود ان علاقوں میں کئی دفعہ گئی ہوں اور عام لوگ اس طریقے سے بتا رہے ہوتے ہیں کہ "فلانے پہلوان دا ایہہ کم اے، اوہ اوتھے رہندا اے اوہدا ایہہ کم ہوئے گا، دوسرا کہندا اے کہ نئیں اوہ تے موٹر سائیکلاں دا کم کر دا اے ایہہ اوہ ہوئے گا"۔ جہاں پر اس طرح کے حالات ہوں اس کا سدباب کس نے کرنا ہے؟ میں نے یہ تمہید اس لئے باندھی ہے کہ ہم نے معاملے کی طے تک بھی پہنچنا ہے اور اس کے لئے تجاویز بھی دینی ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں محافظ پولیس کی بات کروں گی۔ جہاں تک سینئر پولیس افسران کی بات ہے تو more than 90 percent ایماندار لوگوں پر مشتمل ہیں کیونکہ میں اسی معاشرے میں رہتی ہوں اس لئے مجھے معلوم ہے۔ حقیقتاً lower level پر پولیس کا جو رویہ ہو چکا ہے اُن کی وجہ سے مجھے سینئر افسران بھی پریشان پائے گئے ہیں۔ Lower level پر اگر ہم ایک سپاہی یا ایس ایچ او کی بات

کرتے ہیں تو وہ چوروں ڈاکوؤں کو نہیں پکڑتے مگر انہوں نے شریف آدمی کو ہر چوک میں کھڑا کیا ہوتا ہے۔ طالبعلم بے چارا جب گھر سے نکلتا ہے تو سب سے پہلے وہ چور اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں محفوظ نہیں ہے پھر وہ کسی چوک پر چلا جائے تو آگے وہ کسی پولیس والے کے ہاتھوں محفوظ نہیں ہے۔ اگر آپ کسی تھانے کچہری میں چلے جائیں تو وہاں پر آپ کسی کانسٹیبل یا ایس ایچ او کے ہاتھوں محفوظ نہیں ہیں۔ ایک طرف ڈاکو لوٹ کر لے جائیں تو دوسری طرف آپ پولیس والوں کے نخرے پورے کرنے میں اپنا سرمایہ خرچ کر دیتے ہیں۔ یہ حقائق اور سچی باتیں ہیں۔ میں پولیس کو ظالم کہوں یا مظلوم کہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں پولیس کو مظلوم کہوں؟ یہ مظلوم اس لئے ہیں کیونکہ انہوں نے یہ وردیاں اس لئے نہیں پہنی تھیں کہ یہ صرف VIPs کی ڈیوٹی دیں یا کوئی بھی حکومتی ایم پی اے یا ایم این اے اپنی مرضی کا ایس ایچ او اپنے علاقے میں لگوالے تاکہ وہ اپنی مرضی کے کام لے سکیں۔ اس کے بعد پولیس والوں کے پاس صرف ایک ہی طریقہ رہ جاتا ہے کہ وہ شریف آدمیوں کو تنگ کریں کیونکہ اس کے علاوہ اُن کے پاس بھی کچھ نہیں بچتا۔

جناب سپیکر! چوتھے نمبر پر میں حکومت کی policies کو بحث کا حصہ بنانا چاہتی ہوں ہیں کہ حکومت کی کیا پالیسی ہے؟ حکومت کی یہ پالیسی ہے کہ ڈاکوؤں کو produce کیا جارہا ہے، پولیس کو اپنی خدمت پر لگا لینا ہے، یہ پولیس والے بڑے دلیر ہیں اور یہ اسی قوم کے بچے ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے معرکے بھی مارے ہیں لیکن آپ کسی کے پر کاٹ کر اسے اڑنے کا کہیں گے تو وہ اڑ سکے گا؟ میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے اور میں انٹی کار لفٹنگ کے افسران سلیم مختار بٹ اور فیصل شریف کی تعریف کروں گی جن کے پاس proper گاڑیاں ہیں اور نہ ہی ان کے پاس وسائل ہیں اور وہ اپنی جیب اور پلے سے خرچ کر کے ڈاکوؤں کو پکڑتے ہیں اور انہیں مارتے ہیں۔ میں اس چیز کی عینی شاہد ہوں اور میں نے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی شہادت مہربانی کرکے آپ نہ دیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے جو محسوس کیا ہے وہ میں بتا رہی ہوں اور میری بحث کے دو حصے ہیں۔ میں negative parts بھی آپ کے سامنے رکھ رہی ہوں اور positive parts بھی رکھ رہی ہوں۔ Negative parts میں یہ بھی ہے جو میں پہلے بتا چکی ہوں کہ یہاں پر پولیس، پولیس گردی میں مبتلا ہے۔ یہاں شرفاء کو تنگ کیا جارہا ہے اور جہاں پر ایس ایچ اوز تین تین دن ایک ایم پی اے کی کار کی ایف آئی آر نہیں کاٹ رہے۔ ان تمام چیزوں کے پیچھے لوٹنے والے، لٹنے والے اور

پولیس کے ساتھ زیادتیاں ہیں اور ان کے شعبوں میں ہونے والی ساری خرابیوں کی ذمہ دار حکومت وقت ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں آپ کو ایک چیز بتاتی چلوں کہ جو شیخ صاحب نے بات کی کہ آج وی آئی پی ڈیوٹی کے لئے ساری پولیس کو لگایا ہوا ہے۔ میں آپ کو مغلیہ دور کی ایک مثال دیتی ہوں کہ فصیل بند شہر ہوتا تھا، محافظ قلعہ کی چار دیواری کے ارد گرد ہوتے تھے اور انہوں نے اسے محصور کیا ہوتا تھا کہ باہر سے کوئی ڈکیت نہ گھس جائے۔ آج ایک ایک وی آئی پی کے گرد تو حصار ہے لیکن پورے کے پورے صوبے کو ڈاکوؤں کے آسرے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہاں میں یہ بات بھی کہوں گی حکمران جب پالیسیاں بنائیں تو ایسی بنائیں کہ جو لوگوں کے فائدے اور مفاد میں ہوں۔ فائدہ کیا ہے کہ آپ نے پورے صوبے کو بچانا ہے اس لئے پورے صوبے کے گرد حصار قائم کریں۔ پٹرولنگ پوسٹیں اسی لئے قائم کی گئی تھیں ہم انہیں strengthen کریں، انہیں اچھی گاڑیاں دیں، انہیں اچھا اسلحہ دیں اور انہیں ہر چیز سے لیس کر دیں اس کے بعد اگر کوئی ڈکیت، کوئی دہشت گرد یا کوئی واردات یا گھستا ہے تو اس پر آپ اس پولیس والے کو پکڑ کر جتنا مرضی رگڑا لگائیں اور اس کے لئے سخت سے سخت سزا رکھیں تو کسی کو اعتراض نہ ہو گا۔ یہاں پر آپ خود بتائیں کہ پولیس والے صرف ایک وی آئی پی کی ڈیوٹی پر مامور کر دیئے گئے ہیں تو باقی عوام کو وہ کیسے protection provide کر سکتے ہیں؟ ان کے پاس کیا طریقہ ہے، ان کے پاس کون سی سلیمانی ٹوپی ہے، کون سا الہ دین کا چراغ ہے؟ تھانہ کلچر کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے کہ جس تھانے کے اندر ایک عورت جا کر اپنی رپورٹ نہیں درج کرا سکتی اور بجائے اس کے کہ تھانے جائے تحفظ ہوں وہ خوف کی علامت بن چکے ہیں۔ کیا وہاں پر خواتین کے لئے ایک الگ کاؤنٹر نہیں ہونا چاہئے؟ ان تمام چیزوں کے پیچھے اگر کوئی ایک چیز ہے تو وہ غلط پالیسی ہے۔ ہم اپنے دماغوں کو استعمال کر کے پالیسی بناتے ہیں اور اگر ہم ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر اپنے مسائل اور ان اعداد و شمار کو سامنے رکھیں اس کے بعد ہم اس کا حل نکالنے کے لئے بیٹھ کر کوئی تجویز کریں۔۔۔

جناب سپیکر: کل یہاں اس ایوان میں معزز وزرائے کرام آج کی اپنی اپنی مصروفیات سے آگاہ کریں گے اور اس چیز کو نوٹ کر لیا جائے اور انہیں کہہ دیا جائے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اس وقت لاء منسٹر صاحب بھی اس ایوان میں موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: جی، تشریف رکھیں کیونکہ وہ مجھے بتا کر گئے ہیں۔ میں باقی وزراء صاحبان سے متعلق بات کر رہا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔آپ تشریف رکھیں۔

میاں عطامحمد خان مانیکا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں عطامحمد خان مانیکا: جناب سپیکر!اس معزز ایوان میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پر بحث ہو رہی ہے اور یہ ایوان دعویٰ رکھتا ہے کہ وہ پنجاب کے عوام کا نمائندہ ہے مگر دلچسپی کا عالم یہ ہے کہ یہاں پر وزیر ہیں نہ ہی ممبران۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: آپ کی مرضی کے مطابق میں نے اپنی طرف سے یہ کہہ دیا ہے اور کل ہم ان سے رپورٹ لیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!ایک انتہائی اہم بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!آج ہم نے اس ایوان کو بہت دیر سے شروع کیااور ابھی اتنا وقت بھی نہیں ہوا تو میری آپ سے گزارش ہے کہ بولنے کے لئے ہر ممبر کو unlimited time دے دیں تاکہ وہ اپنی مکمل بات کر سکے کیونکہ بہت تھوڑے لوگ اس وقت ایوان میں بیٹھے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ میرے پاس 25 لوگوں کے نام آئے ہوئے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!جو لوگ دفتر میں کام کرتے ہیں وہ صبح نو بجے سے شام پانچ بجے تک کام کرتے ہیں جو کہ آٹھ گھنٹے بنتے ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی کا بھی وقت۔۔۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ایسے نہیں ہے اور میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! time کی limitation ختم کر دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔یہ limitation ختم نہیں ہو گی۔

میاں عطامحمد خان مانیکا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

کورم کی نشاندہی

میاں عطا محمد خان مانیکا: شکریہ۔جناب سپیکر! I will have to point that the House has not quorum

جناب سپیکر: By God کورم point out کر دیا گیا ہے تو گنتی کی جائے۔(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہ ہے اس لئے پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب سپیکر: گنتی کی جائے۔(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہ ہے لہذا اب اجلاس بروز جمعتہ المبارک 6۔جنوری 2012 صبح 9:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔